ماھنامہ
فیصل آباد پاکستان

مِلّیَہ

ذوالقعدہ ۱۴۳۴ھ
بمطابق ستمبر 2013ء
www.milliafsd.com

کلمة الحبيب

- اوراب گورنر! کالاصاحب
  ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی
- تذکرہ! رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ
- تحریک ختم نبوت تاریخ کے آئینے میں
  ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی
- حج کا آسان طریقہ
- خواتین کے صفحات — خادمۃ القرآن
- بچوں کے صفحات

مدیر اعلیٰ و سرپرست
ابن انیس مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی
خلیفہ مجاز حضرت سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ

از : مولانا انیس الرحمٰن لدھیانویؒ خلیفہ مجاز حضرت رائپوریؒ

نظم بر وفات حسرت آیات

سید الطائفہ قطب الارشاد سیدی مرشدی حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحبؒ

آہ قرارِ من ربود، عشوہ گرے پری رُخے ‌ ‌ جانِ جہان و جانِ دل سیم برے ستمگرے
ہر کہ او دید دیدمے، گشتہ از تعجبے ‌ ‌ بود عجیب عالمے، تیر نہ تیغ و خنجرے
مہر و وفا بہ طینتش، جود و سخا طبیعتش ‌ ‌ داد و عطا جبلتش، او ز نمود برترے
مظہرِ شانِ ذوالجلال، مہبطِ نورِ ذوالجمال ‌ ‌ آیت ربِّ ذوالکمال، فقرِ صفات بوذرے
بہر غریب مجرمے، بر دلِ ریش مرہمے ‌ ‌ عفو کند ز مجرمے، دستِ کرم بہر سرے
صاحبِ طبعِ مستقیم، لطف بہر کسے عمیم ‌ ‌ کرد کرم بما کریم، مارا او کرد رہبرے
پیکرِ حُسن و نور بود، مرشدِ رائپور بود ‌ ‌ موسیٰ بہ تجلّیِ طور بود، واہ عجیب دلبرے
از عمل و ہنر مپرس، بود کجا خبر مپرس ‌ ‌ پرس مگر.. مگر مپرس چیست چنیں او گوہرے
مُتبعِ شریعتے، عارفِ ہر حقیقتے ‌ ‌ مُرشدِ ہر طریقتے، عقدہ کشا سخنورے
عاشقِ خاتمِ رُسُل، پیروِ ہادیِ سُبُل ‌ ‌ آنکہ مدارِ جزو و کُل، سرورِ ہر پیمبرے
او بہ صحابہ نسبتے داشت ز عشق و اُلفتے ‌ ‌ بود ہمہ جماعتے مہرِ سپہر انورے
رختِ سفر خود بست او، کرد عمل برفت او ‌ ‌ یک جمعے گذشت او، نقد نہ سیم نے زرے
شیون و شور الاماں، تا بہ زمین و آسماں ‌ ‌ نالہ ز روزن و مکاں، گریہ بکوچہ و درے
خواہ غنی سخی شود یا کہ ولی نبی شود ‌ ‌ عُمرِ او منتہی شود، ایں چنیں حکمِ داورے
کرد ندا چو رحلتے گفت بہ دہر ہاتفے ‌ ‌ سیدِ عبدِ قادرے رفت کنارِ کوثرے

۶۲ ۱۹ء

حالتِ رُوحِ زارِ من دید کہ دلفگارِ من ‌ ‌ بے تو نہ شد قرارِ من، اے کہ بدل تو جانبرے
بزمِ تو در خروش بود، ہر نفسے خموش بود ‌ ‌ دست کسے بدوش بود، آہ چہ بود محشرے

آہ انیسِ خستہ دل ہست میانِ آب و گِل
با دلِ ریش مضمحل، کس نہ کند باو سرے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ

ملّیہ

فیصل آباد پاکستان

ہر اسلامی مہینے کے شروع میں شائع ہوتا ہے۔

ذوالقعدہ ۱۴۳۴ھ جلد نمبر 9

بمطابق

ستمبر 2013ء شمارہ نمبر 11

بیاد

حضرت مولانا انیس الرحمٰن لدھیانویؒ

خلیفہ مجاز حضرت شاہ عبدالقادر رائپوریؒ

بفیض

حضرت سید نفیس الحسینی

رحمۃ اللہ علیہ

مدیر اعلیٰ و سرپرست

ابن انیس مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی

مدیر

حماد الرحمٰن لدھیانوی

نائب مدیر

جواد الرحمٰن لدھیانوی

فہرست مضامین

کلمۃ الحبیب

فی شمارہ 25 روپے پاکستان میں سالانہ 300 روپے

سالانہ بدل اشتراک بیرون ملک 45 امریکی ڈالر

رابطہ کے لیے

ماہنامہ ملّیہ جامعہ ملّیہ اسلامیہ

محلہ خالصہ کالج P.O مدینہ ٹاؤن، فیصل آباد

041-8711569

0321-6611910

ناشر......حبیب الرحمٰن لدھیانوی مطبع: ظفر اینڈ فضل پرنٹنگ پریس فیصل آباد

Decl No. 3483-85

کلمہ الحبیب

اور اب گورنر! کالا صاحب

ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

مبارک ہو اب انگلستان سے ایک کالا صاحب (جناب چوہدری محمد سرور) ہمارے ملک کے صوبہ پنجاب کے گورنر بن کر تشریف لائے ہیں۔ موصوف برطانیہ میں بہت بڑے بزنس میں ہیں، اور کئی بار برطانوی پارلیمنٹ کے رکن بھی منتخب ہوئے ہیں۔ آجکل ان کا بیٹا ان کی جگہ پارلیمنٹ کا رکن ہے۔

انگریز اپنی جلد کی گوری رنگت، نیل گون آنکھوں، بھورے اور سنہری بالوں کی وجہ سے اپنے آپ کو دنیا کی تمام مخلوقات سے اعلیٰ سمجھتا ہے۔ اس نے دنیائے انسانیت میں اس انفرادیت کو برقرار رکھا ہے۔ اور پوری دنیا پر حکمرانی کو اپنا حق سمجھتا ہے۔ انگریز جہاں جہاں گیا اس نے وہاں وہاں پر غلبہ حاصل کر لینے کے بعد مقامی لوگوں کا رنگ سیاہی مائل ہونے کی وجہ سے ان کی ذات، ان کے لباس، ان کی زبان، ان کے قانون، ان کے کلچر سے نفرت کی، اور اپنا کلچر، اپنا لباس، اپنی زبان، اپنا قانون دیکر ایسے افراد تیار کیے جو کہ انگریز کی مکمل شباہت رکھتے تھے۔ انگریز کو معلوم تھا کہ اس کے زیر قبضہ علاقے زیادہ دیر تک اس کے پاس نہیں رہ سکتے۔ اس کے زیر قبضہ علاقوں میں آزادی کی تحریکیں چل رہی تھیں۔ انگریز ہر صورت میں ان ملکوں پر اپنی حکمرانی قائم رکھنا چاہتا تھا۔ وہاں کے مقامی لوگ انگریز سے نفرت کرتے تھے، اس کے لئے اس نے اپنے اور ان محکوموں کے درمیان وی آئی پی سسٹم قائم کیا۔ انگریز نے جب ان لوگوں کو اپنا سب کچھ دیدیا تو کسی کو سر، کسی کو نواب، کسی کو خان بہادر کا خطاب دیدیا مگر ان کو اپنے طور پر ''کالا صاحب'' کے نام سے ہی پکارتا رہا۔

ہمارے والد صاحبؒ کو ملنے والے ایک صاحب کسی دور میں انگریزی فوج میں بھرتی ہوئے، اور ترقی کر کے کسی اونچے عہدے پر پہنچ گئے۔ وہ ہنس کر سنایا کرتے تھے کہ جب کبھی انگریز افسر مجھے بلایا کرتا تھا تو ''او مسٹر کالا، یا مسٹر کالا صاحب'' کہہ کر پکارا کرتا تھا۔

کہا تو یہ جاتا ہے کہ چوہدری سرور صاحب کو بلانے کی یہ چوائس ہماری ہے، ہوسکتا ہے یہ صحیح ہو۔ مگر سوال یہ ہے کہ ہمارے ملک کے کروڑں عوام میں سے کوئی اس کا اہل نہیں تھا؟ لازمی بات ہے کہ ایسا ہی ہوگا۔ لگتا ہے کہ ہمارے سابق آقاؤں کو ہم پر اعتماد نہیں رہا۔ یہ کوئی پہلا واقعہ نہیں ہے، اس سے پہلے بھی تین وزرائے اعظم محمد علی بوگرہ، معین قریشی اور شوکت عزیز امریکہ بہادر کے ملک سے آئے تھے۔ البتہ وہ امریکی شہریت میں ہی آئے اور اسی حیثیت میں لوٹ گئے۔ انہوں نے امریکی شہریت چھوڑنے کا تکلف نہیں کیا۔ لیکن یہ پہلا موقعہ ہے کہ انگلستان سے جو کالا صاحب گورنر بن کر تشریف لائے ہیں انہوں نے یہ قربانی ضرور دی کہ اپنی برطانوی شہریت کو پہلے ترک کیا پھر تشریف لائے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ہمارے سپریم کورٹ نے دوہری شہریت کے حامل فرد کو اس قسم کے عہدے کے لئے نااہل قرار دیدیا تھا۔ میں اس بات پر بڑا خوش تھا کہ چلو ایک پاکستانی کے دل میں وطن کی اہمیت تو اُجاگر ہوئی، اور سمجھا کہ اب یہ صاحب اپنی تمام تر جائیداد اور اولاد کے ساتھ پاکستان منتقل ہوجائیں گے۔ اس کی وجہ سے ہمارے ملک کو یہ فائدہ ہوگا کہ بہت بڑی مقدار میں زرمبادلہ آئے گا۔ کیونکہ موصوف بہت بڑے کاروباری آدمی ہیں۔ برطانوی کرنسی کے اعتبار سے ملین ائر ہیں، جس کا پاکستانی کرنسی میں اربوں روپیہ بنتا ہے۔ اور اولاد کے آنے سے پاکستان کو ایک تجربہ کار تاجر خاندان کے تجربات سے فائدہ ہوگا۔ مگر ہوا وہی جو کہ ہمارے سیاستدانوں کا حال ہے۔ معلوم ہوا کہ جس طرح ہمارے دوسرے سیاستدانوں اور حکمرانوں کی جائیداد اور اولاد اس ملک میں ہے اسی طرح ان صاحب کی جائیداد اور اولاد بھی اسی ملک میں رہیں گی۔ دوسری بات یہ کہ چوہدری محمد سرور صاحب نے جو اپنی برطانوی شہریت ترک کی ہے اس کو حب الوطنی قرار دیا جارہا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر ان کو گورنری کی پیشکش نہ ہوتی تو کیا وہ تب بھی حب الوطنی میں برطانوی شہریت ترک کردیتے؟، اگر ایسا ہی تھا تو اس سے کئی سال پہلے وہ دوہری شہریت ترک کردیتے۔ اور پھر اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ جب وہ گورنری پوری کرلیں گے تو اس کے بعد وہ دوبارہ برطانوی شہریت نہیں لیں گے۔

ہمارے بزرگوں کی انگریز سے لڑائی اس وقت ختم ہوگئی تھی جب وہ ہندوستان سے اپنا بوریا بستر سمیٹ کر واپس اپنے ملک سُدھار گیا تھا۔مگر انگریز جاتے ہوئے ایسے افراد کے ہاتھ میں اس ملک کی باگ ڈور دے گیا جن کا آزادی کی تحریک میں کوئی حصہ نہ تھا۔جب بھی آزادی کے نام پر کسی تحریک کا آغاز ہوتا تھا تو یہ لوگ انگلستان چلے جاتے،اور جب وہ تحریک ٹھنڈی ہو جاتی تو واپس آجاتے۔جن لوگوں نے آزادی کی خاطر قربانیاں دیں،جیلیں کاٹیں،سزائے موت قبول کی،ان لوگوں کواس ملک میں بے دست وپا کر دیا گیا۔وہ لوگ یاان کی اولاد،اوران کے ماننے والے آج بھی جیلوں اورمقدموں میں پھنسائے ہوئے ہیں۔اور راج وہی لوگ کر رہے ہیں جنہوں نے انگریز کی چاپلوسی کی۔جبکہ ہندوستان میں وہ لوگ برسر اقتدار آئے جنہوں نے واقعی آزادی کے لئے قربانیاں دی تھیں،اوراب تک انہی لوگوں اوران کی نسلوں کے پاس اقتدار کی باگ ڈور ہے۔ہمارے ملک کی قسمت کے مالک وہ بنے جن کے متعلق یہ مصرع صادق آتا ہے:

منزل اُنہیں ملی جو شریکِ سفر نہ تھے

یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کے حکمرانوں نے آزادی حاصل کرنے کے بعد انگریز سے اپنی بقا ،یا اپنی ترقی کے لئے ہاتھ نہیں پھیلایا۔جبکہ ہمارے حکمرانوں نے ہمیشہ انگریز یااس کے متبادل امریکہ کے سامنے جھولی پھیلائے رکھی۔

اگر تاریخ کا بغور مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے برصغیر من حیث القوم ایک مفتوحہ،مقبوضہ ،مغلوبہ علاقہ ہے۔اس خطے میں باہر سے آکر دوسری قوموں نے غلبہ حاصل کر کے حکومتیں کی ہیں۔ مسلمانوں نے پہلی صدی ہجری کے آخر اور دوسری صدی ہجری کی ابتداء میں خطۂ ہند میں قدم رکھا۔سندھ سے محمد بن قاسم نے فتوحات کیں اور ملتان تک پہنچے۔دوسری طرف پشاور کی طرف سے ایک صحابی رسولؐ جن کے نام کے آخر میں ''عتکیؓ'' تھا،نے فتح کے جھنڈے گاڑے اور یہاں ہندکو کے علاقہ میں ایک قلعہ بھی بنایا،جس کا نام ان صحابیؓ کے نام کی مناسبت سے''عتک'' رکھا گیا تھا۔آج اس کو''اٹک'' کہا جاتا ہے۔پھراس کے بعد پے در پے مسلمانوں نے ہندوستان پر حملے کئے اور تقریباً نو سو برس اس خطے میں حکومت کی۔مسلمان فاتحین باہر سے آکر اپنے ہی مسلمان حکمرانوں سے لڑتے جھگڑتے رہے،مگر مقامی قوتوں میں اتنی ہمت نہ تھی کہ ان مسلمان فاتحین کواس خطے سے باہر نکال

دیں۔اور یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اس خطے کے باشندوں نے جو کہ غیر مسلم تھے انہوں نے ہندوستان سے باہر کبھی کسی قوم سے جنگ نہیں کی۔یہی وجہ ہے کہ ان پر غیر ممالک کے مسلمان اقلیت کی شکل میں کئی سو برس تک حاکم رہے۔تاریخ بتاتی ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں نے پندرہ فیصد ہونے کے باوجود پورے ہندوستان پر حکمرانی کی۔اس خطے کے افراد میں غلامی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔یہی وجہ ہے جب بھی کوئی باہر سے آیا اور اس نے اپنی فوجیں اس ملک میں داخل کیں تو یہاں کی آبادی نے اُسے حاکم کے طور پر قبول کر لیا۔

انگریز سولہویں صدی عیسوی میں یہاں ''ایسٹ انڈیا کمپنی'' کے نام پر داخل ہوا، تو اس نے یہاں کے حالات کا جائزہ لیا۔اس نے سمجھ لیا کہ یہاں کی قوم کو غلام بنانا آسان ہے۔اس نے یہاں کے بڑے بڑے نوابوں، جاگیرداروں، راجوں مہاراجوں کو خرید لیا، انگریز کو اپنے ملک انگلستان سے کوئی بڑی فوج نہیں لانی پڑی۔اس نے یہیں سے لوگوں کو اپنی فوج میں داخل کیا۔جس خطے میں پاکستان ہے، انگریز کو سب سے زیادہ فوجی اسی علاقے سے ملے۔انگریز نے اسی علاقے کے لوگوں سے ایک مضبوط فوج ترتیب دی۔

ہندو قوم میں سے اگر لوگ انگریزی فوج میں بھرتی ہوئے تھے تو اس پر کوئی شکوہ نہیں تھا اس لئے کہ مسلمانوں نے ہندوؤں کی سلطنت کا تختہ اُلٹا تھا۔مگر مسلمانوں نے جس طرح اپنی قوم سے غداری کر کے انگریز کی حمایت کی وہ قابل توجہ ہے۔یہی وجہ ہے کہ انگریز نے مسلمانوں ہی میں سے اس کی وفاداری کرنے والوں کو خطابات سے نوازا۔اور جب بھی یہاں کوئی آزادی کے نام پر تحریک چلتی تھی تو پھر یہی لوگ انگریز کے ساتھ کھڑے ہو کر مجسٹریٹوں، یا انتظامی افسروں کی شکل میں انہی آزادی پسند لوگوں کو جیلوں کی کال کوٹھریوں میں دھکیل دیتے تھے۔ان لوگوں کی دلی خواہش تھی کہ انگریز کبھی بھی اس ملک سے نہ جائے۔مگر آزادی کے متوالوں کی جہد مسلسل کی وجہ سے انگریز ہندوستان چھوڑ کر جانے پر مجبور ہوا تو انہی مسلمانوں (جنہوں نے ہمیشہ انگریز کا ساتھ دیا) کے مطالبے پر ہندوستان کو تقسیم کر دیا، اور جاتے جاتے انہی مسلمانوں کے ہاتھ اس نئے ملک کی باگ ڈور دے گیا۔

انگریز ہندوستان سے جب کوچ کر گیا تو ہندوستان کے لوگوں نے ''خس کم جہاں پاک'' کی بنیاد پر اپنے آپ کو دنیا میں ایک خودمختار قوم کے طور پر پیش کیا۔اور اپنی پالیسیاں خود تشکیل دیں۔اپنی

قوم کو اپنے پیروں پر کھڑا کرنے کے لئے انہوں نے اپنی ایجادات خود کیں۔ اپنے ملک کی بنی ہوئی اشیاء کو نہ صرف پوری دنیا میں متعارف کرایا بلکہ اپنی قوم کو بھی ان کو استعمال کرنے پر مجبور کیا۔ یہاں تک کہ دنیا کے دوسرے ممالک کی مصنوعات کو اپنے ملک میں داخل ہونے سے روکے رکھا۔ میں اپنے عزیزوں سے ملنے ہندوستان جایا کرتا ہوں، وہاں میں دیکھا کرتا تھا کہ کہیں کوکا کولا یا پیپسی کولا، سیون اپ مل جائے۔ میں نے لدھیانہ سے ممبئ تک کا سفر کیا، کیا مجال ہے کہ کسی ریلوے اسٹیشن پر کوکا کولا، سیون اپ، یا پیپسی کولا مل جائے، اسی طرح کسی شہر بلکہ ممبئ اور دہلی جیسے بڑے شہروں میں بھی غیر ملکی برانڈ کی یہ بوتلیں دستیاب نہیں تھیں۔ وہاں اُسی ملک کی بنی ہوئی کیمپا کولا، تھمز اپ اور لمکا کے نام سے سوڈا واٹر کی بوتلیں ملتی تھیں۔

مگر اب جب میں ۲۰۰۷ء میں ہندوستان گیا تو وہاں بیرون ملک برانڈ کی بوتلیں میسر تھیں۔ یعنی انہوں نے اپنی ملکی معیشت کو مضبوط کرنے کے لئے پہلے اپنی مصنوعات کو متعارف ہی نہیں بلکہ لازم قرار دیدیا، اور جب قوم ان مصنوعات کی عادی ہوگئ تو پھر انہوں نے باہر کی مصنوعات کے لئے اپنے دروازے کھولے۔

ہمارے ہاں اس کے بالکل برعکس ہوا۔ ہمارے لوگوں کا دل نہیں چاہتا تھا کہ انگریز ہمیں چھوڑ کر چلا جائے۔ ہمارے بڑے اس سے چمٹے رہنا چاہتے تھے۔ ہندوستان کی آزادی کے وقت ان دونوں ملکوں میں انگریز کی طرف سے عارضی طور پر گورنر جنرل مقرر کیئے گئے۔ تقسیم ہند کا انچارج لارڈ ماؤنٹ بیٹن تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ ان دونوں ملکوں کا گورنر جنرل میں ہی رہوں۔ مگر ہمارے قائدین کا اصرار تھا کہ ہمارے ملک کے بانی ہی اس ملک کے گورنر جنرل ہونگے۔

اصولاً جو بھی گونر ہوتا اس نے شہنشاہ برطانیہ کی وفاداری کا حلف اٹھانا تھا۔ ہندوستان کے گونر جنرل کے لئے کانگریس نے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو اس لئے قبول کیا کہ وہ اگر شاہ برطانیہ کی وفاداری کا حلف اٹھائے گا تو اس سے انہیں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ کیونکہ وہ انگریز ہے اور انگریز بادشاہ کی وفاداری کا حلف اٹھائے گا۔ کسی ہندوستانی پر شاہ برطانیہ کی وفاداری کا حلف اٹھانے کا الزام نہیں آئے گا۔ جبکہ ہم نے خود ہی شاہ سے زیادہ شاہ کا وفادار بننے کا عہد کیا ہوا تھا۔

چنانچہ ہمارے پہلے مسلمان گونر جنرل بانئ پاکستان نے نہ صرف شاہ برطانیہ بلکہ اس کے

جانشینوں کی وفاداری کا بھی حلف اٹھالیا۔ یہی وجہ ہے کہ جب بھی کبھی برطانیہ کے شاہی خاندان میں کوئی مسئلہ ہوتا ہے تو اس کی خوشی اور غمی میں ہم برابر کے شریک ہوتے ہیں۔ابھی پچھلے دنوں برطانیہ کے ایک ولی عہد نے جنم لیا تو ہمارے میڈیا نے آسمان سر پر اٹھا رکھا تھا۔اس کے لئے بریکنگ نیوز کی گئیں۔اس کا نام جب رکھا گیا تو ہمارے میڈیا میں سب سے پہلے خبر دینے کی دوڑ لگ گئی، ہر ایک چینل یہ کہہ رہا تھا کہ سب سے پہلے اس خبر کو عوام تک پہنچانے کہ سہرا اسی کے سر ہے۔

اس لئے کہ جو انگریز نے ملک دیا تھا وہ انہی کے مطالبے پر دیا تھا۔ہم انگریز کے ساتھ چمٹے رہنا چاہتے تھے۔ ہندوستان نے آزادی کے بعد اپنا سب کچھ بدل دیا۔انہوں نے سب سے پہلے اپنا آرمی چیف انگریز سے بدل کر ایک ہندوستانی ہندو جنرل کری آپا کو آرمی چیف بنایا۔اور اس سے نیچے کے تمام فوجی عہدوں پر ہندوستانی مقرر کیے۔ ہم نے اپنے پہلے دو آرمی چیف انگریز بنائے۔یہی وجہ ہے کہ جب کشمیر میں ہندوستان نے اپنی فوجیں داخل کیں تو اس وقت کے گورنر جنرل بانیٔ پاکستان مسٹر محمد علی جناح نے آرمی چیف جنرل گریسی کو کشمیر پر فوج کشی کا حکم دیا تو اس انگریز جنرل نے اپنے ہی ملک کے گورنر جنرل کا حکم ماننے سے انکار کر دیا۔اگر اس وقت پاکستان کا آرمی چیف کوئی مقامی مسلمان ہوتا تو کبھی انکار نہ کرتا، اور کشمیر ہمارے پاس ہوتا۔۱۹۵۶ء تک ہماری فوج کے کیپٹن کے عہدے تک انگریز ہوتے تھے۔

ہم کسی بھی صورت انگریز سے علیحدہ نہیں رہ سکتے تھے۔ہم نے سلطنت برطانیہ سے جُڑے رہنے کے لئے ایک اور فارمولا نکالا۔وہ تھا دوہری شہریت کا۔ہم نے برطانیہ کی منّتیں کر کے ان کے ساتھ دوہری شہریت کا معاہدہ کیا۔اور اس کے ساتھ ساتھ نئی اُبھرتی ہوئی طاقت امریکہ اور کینیڈا، یورپی ممالک سے بھی اسی قسم کے معاہدے کئے۔جبکہ ہندوستان نے دنیا کے کسی بھی ملک سے دوہری شہریت کا معاہدہ نہیں کیا۔کیونکہ ہم دوغلے ہیں، ہندوستان کے حکمران دوغلے نہیں۔

دوہری شہریت کے متعلق ہم نے ان ملکوں سے رجوع کیا جس سے ہمارے ذاتی مفادات وابستہ تھے۔بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ تو چند لوگ ہیں جنہوں نے دوہری شہریت کو اس انداز میں استعمال کیا، ورنہ اس کا فائدہ عام پاکستانی کو پہنچا ہے، جس کی وجہ سے زرِ مبادلہ کثیر تعداد میں پاکستان آرہا ہے۔میری عرض ہے کہ اگرچہ یہ بات درست ہے کہ عام پاکستانی کو بھی فائدہ پہنچا ہے، مگر اس کے

بغیر بھی حب الوطنی کا مظاہرہ کیا جا سکتا تھا۔

آپ اپنے پڑوسی ہندوستان ہی کو لے لیجئے، کہ اُس ملک سے بھی لاکھوں افراد دنیا کے مختلف ممالک میں تلاش معاش میں گئے ہوئے ہیں، اور وہ ہم سے زیادہ زرمبادلہ اپنے ملک بھیجتے ہیں مگر اس کے باوجود بھی ہندوستان نے اپنے ملک کو چھوڑنے والے باشندوں کو دوہری شہریت نہیں دی۔ یہ دوہری شہریت صرف ہماری اشرافیہ نے اپنے مفاد کے لئے بنائی۔ ایک بات میں اور عرض کرتا چلوں ، وہ یہ کہ جن ملکوں سے ہم نے دوہری شہریت کا معاہدہ کیا ہے، کیا کبھی اُس ملک کے کسی باشندے نے بھی ہم سے ہمارے ملک کی شہریت کا تقاضا کیا ہے؟ میرے علم میں اب تک ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا۔ اس لئے کہ اس قسم کے معاہدے غلام ذہنیت والی قومیں کرتی ہیں۔

اور اُن دوسری قوموں کو ہم سے کوئی غرض نہیں۔ ہم لوگوں نے باہر کے ملکوں میں اپنے اکاؤنٹ کھلوا رکھے ہیں تا کہ ملک کو لوٹ کر مال باہر بھیجا جائے، جبکہ اُن ملکوں میں سے کوئی بھی ہمارے ملک میں اکاؤنٹ نہیں کھلواتا، اس لئے کہ کسی نے بھی ہمارے ملک میں رقم نہیں بھیجنی۔ اگر واقعی ہم دوہری شہریت کو اہم سمجھتے تھے تو چاہیے یہ تھا کہ ہم ہندوستان کے مسلمانوں کو دوہری شہریت دیتے۔ کیونکہ ہمارا تو نعرہ ہی دوقومی نظریہ تھا، اور اسی نعرے کی بنیاد پر ہندوستان کے کئی علاقوں میں (جو کہ پاکستان میں شامل نہیں ہونا تھے اور نہیں ہوئے) مسلمانوں نے مسلم لیگ کو ووٹ دیئے تھے، اور بھاری اکثریت سے مسلم لیگ کو جتوایا تھا۔ خود پاکستان کے پہلے وزیراعظم نواب لیاقت علی خان یوپی کے صوبہ سے مسلم لیگ کی ٹکٹ پر کامیاب ہوئے (جو کہ پاکستان میں کسی صورت میں شامل نہیں ہونا تھا)۔

ہم نے پاکستان کے خطے سے باہر ہندوستان کے علاقے یوپی سے کامیاب ہونے والے کو پاکستان کا وزیراعظم تو بنا دیا مگر اسی وزیراعظم کے حلقے کے لوگوں کو دوہری شہریت کا حق دار نہیں سمجھا۔ اور تو اور ہندوستان کے زیر قبضہ کشمیر کو بھی ہم لوگ اپنا حصہ سمجھتے ہیں، اس کے لئے جنگیں بھی ہو چکی ہیں مگر ہم نے ان کشمیریوں کو بھی دوہری شہریت کا حق دار نہیں سمجھا۔ ہم نے ان ممالک کے ساتھ دوہری شہریت کا رشتہ جوڑا جہاں پر ہمارے حکمرانوں کی اولادیں اور جائیدادیں محفوظ رہیں۔

جن ملکوں کے ساتھ ہم نے دوہری شہریت کا معاہد کیا ہے وہ ممالک ہمارے ملک کے عوام کو

ویزا دینے کے لئے تیار نہیں ہیں، وہ جب پاکستانی پاسپورٹ دیکھتے ہیں تو فوراً منہ بنا لیتے ہیں۔ ویزا مل جانے کے باوجود اپنے ملک کے ائرپورٹوں پر ہمارے ساتھ جو سلوک ہوتا ہے وہ ایک الگ داستان ہے۔ میرے اس کالم لکھنے کا مقصد چوہدری محمد سرور صاحب کی ذات پر تنقید کرنا نہیں ہے، اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ ان کی بجائے کسی اور کو بلا لیا جاتا۔ میرا مقصد اپنے ملک کے حکمرانوں، سیاستدانوں کے طرز عمل کا ذکر کرنا مقصود ہے، جو کہ قیام پاکستان سے اب تک چلا آرہا ہے۔

کہا یہ جا رہا ہے کہ چوہدری صاحب کو ہمارے ملک کے حکمرانوں نے گورنری کے طور پر بلایا ہے۔ تو اس پر سوال یہ اٹھتا ہے کہ برطانیہ میں اور بھی تو محبِّ وطن پاکستانی موجود ہیں، انہی کو کیوں منتخب کیا گیا ہے؟۔ دانائے راز کا کہنا ہے کہ اس کا انتخاب ہمارے اربابِ حکومت کے اختیار نہیں بلکہ ہمارے سرپرست ممالک جس کو منتخب کریں وہی اس قسم کے عہدوں کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ جس طرح پاکستان میں سب سے پہلے محمد علی بوگرہ امریکہ سے آئے تھے، چونکہ اس وقت ہمارے سیاستدان باہم دست و گریباں تھے، اس لئے باہر سے ہماری ہی جنس کے ایک فرد کو غیر جانبدار بنا کر بھیجا گیا۔ پھر معین قریشی کو نگران وزیراعظم بنا کر بھیجا گیا کیونکہ ہماری سیاستدان الیکشن میں غیر جانبداری پر مطمئن نہ تھے۔ اسی طرح شوکت عزیز کو باہر سے لاکر وزیراعظم بنایا گیا کیونکہ ہمیں جو غیر سے امداد مل رہی تھی اس کے صحیح استعمال پر غیروں کو ہم پر بددیانتی کا یقین تھا۔ اسی طرح چوہدری محمد سرور صاحب کے انتخاب پر دانائے راز یہ کہتے ہوئے دیکھائی اور سنائی دیتے ہیں کہ ہمارے صوبہ پنجاب کی حکومت نے برطانوی حکومت سے تعلیم کے فروغ کے نام پر ایک بڑی رقم وصول کی ہے، اس پر برطانوی حکومت کو کچھ خدشات ہیں، چوہدری محمد سرور چونکہ سلطنت برطانیہ کے آزمودہ وفادار ہیں، موصوف تین بار پارلیمنٹ کے ممبر بھی رہ چکے ہیں، ان کی اسی شفاف وفاداری کی بنا پر ان کے بیٹے انس سرور کو ان کی جگہ پارلیمنٹ کا رکن بنایا گیا ہے۔ لہذا برطانوی گورنمنٹ کے نزدیک ان کا ان سے زیادہ وفادار اور دیانتدار شاید دوسرا کوئی نہ تھا۔ اس لئے برطانیہ نے چوہدری صاحب کو اس رقم کی شفاف نگرانی کے لئے بھیجا ہے۔ باقی واللہ اعلم"، "دروغ برگردنِ راوی"۔

تذکرہ! رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ

بانیٔ احرار، صدرِ احرار، رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کی ذات ہندوستان کے ان چند گنے چُنے سیاسی اور دینی راہنماؤں میں سے ہے جنہوں نے آزادیٔ برصغیر میں ایک نمایاں کردار ادا کیا۔ اور اپنی خداداد سیاسی بصیرت سے برصغیر کے لوگوں کی اس طرح رانمائی کی کہ اس کے اثرات آج بھی محسوس ہوتے ہیں۔ انکی خدمات کے اثرات بڑی بڑی خانقاہوں تک محسوس کیئے جاتے تھے۔ اور خصوصاً حضرت مولانا شاہ عبدالقادر، رائے پوریؒ کو ان سے اور ان کی اولاد کے ساتھ بڑا لگاؤ تھا۔ رئیس الاحرارؒ سے ملاقات کے لئے وہ بے چین رہتے تھے۔ اس کا اندازہ حضرت اقدسؒ کے اس مکتوب سے لگایا جاسکتا ہے۔

قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر، رائے پوریؒ بنام رئیس الاحرارؒ

مخدوم ومکرّم ومعظّم بندہ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مدظلہ العالیٰ

از: احقر عبدالقادر السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ:

آپ کا ۱۳/ تاریخ کا لکھا ہوا والا نامہ شرف صدور ہوا تھا۔ اس میں ۱۷ تاریخ کو دہلی سے روانگی اور ۱۹/ تاریخ کو رائے پور تشریف آوری لکھی ہوئی تھی۔ راستہ دیکھتے دیکھتے دق آ گئے، مگر آپ ہیں کہ نہ آئے۔ جناب والا کی زیارت کو بہت جی چاہتا ہے خدا کرے کہ جلد کوئی صورت جناب سے ملنے کی ہو جائے۔

اگر جناب کو ابھی آنے میں مشکلات ہیں یعنی جناب کا وہاں قیام مناسب اور بہتر ہو تو پھر ہم غریب خادم ہی وہاں حاضری کی کوشش کریں، براہ کرم جلد مطلع فرمایئے گا۔ جناب کے پہلے آنے کو تو کچھ آنا نہیں سمجھتا کیونکہ وہ تو آپ ایک رات رہ کر چلے گئے

تھے۔حضرت مولانا مولوی حفظ الرحمٰن صاحب مدظلہ العالیٰ کی خدمت عالیہ میں سلام مسنون فرمادیجیے گا اور حضرت امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد صاحب سے بھی اگر موقع ہو تو سلام فرمادیجیگا۔عزیزم مولوی انیس الرحمٰن کو بھی سلام،اوراس سے زائد کیا عرض کروں فقط والسلام۔

از رائے پور۔۲۳ جنوری ۱۹۴۸ءاز احقر عبدالمنان حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب سلام مسنون

اتقوا فراست المؤمن ،قلندر ہر چہ گوید!دیدہ گوید

رئیس الاحرارؒ کی ذات کو مؤخین نے ہمیشہ نہ صرف نظر انداز کیا بلکہ ان کے مجاہدانہ کارناموں اور بصیرت افروز واقعات کو اپنی پسندیدہ شخصیات کے نام کردیا۔رئیس الاحرارؒ کا انتقال ستمبر ۱۹۵۶ء میں ہوا۔ہم اسی مناسبت سے ان کی مؤمنانہ سیاسی فراست وبصیرت کا ایک واقعہ ذکر کرکے تاریخ کے ایک خفیہ گوشے سے پردہ اٹھارہے ہیں۔(ادارہ ماہنامہ ملیہ)

تقسیم ہند کی بنیاد پر ہندوستان اور پاکستان کے نام سے دو مملکتیں معرض وجود میں آئیں۔ہندوستان میں وہ لوگ برسر اقتدار آئے جنہوں نے آزادی کی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔اس میں انہوں نے جیلیں کاٹیں،ماریں کھائیں اور دوسرے مصائب بھی اٹھائے۔جبکہ پاکستان میں وہ لوگ برسر اقتدار آئے جنہوں نے آزادی کے لئے ایک تنکہ بھی نہیں توڑا،انہوں نے تقسیم کے لئے تو جدوجہد کی مگر آزادی کی تحریک میں ان کا کوئی حصہ نہ تھا۔جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہندوستان میں آزادی کے بعد ایک مستحکم حکومت قائم ہوئی۔جبکہ پاکستان میں انتہائی غیر مستحکم حکومت قائم ہوئی۔بلکہ تیزی کے ساتھ حکومتیں بدلتی تھیں۔ہرایک ان میں سے عہدے کا بھوکا تھا،ملکی اور عوامی مسائل سے ان لوگوں کو کوئی دلچسپی نہ تھی۔یہاں تک کہ ایک دفعہ ہندوستان کے وزیراعظم جواہرلال نہرو نے یہاں تک کہا کہ ’’میں اتنی جلدی اپنا پاجامہ نہیں بدلتا جتنی جلدی پاکستان میں حکومت بدل جاتی ہے‘‘۔

مسٹر دھیبر جوکہ کانگریس کے بڑے لیڈر تھے وہ جواہرلال نہرو کے مشورے سے رئیس

الاحرارؒ سے ملنے ان کی رہائش گاہ کوچہ رحمٰن دہلی میں آئے۔ باتوں باتوں میں پاکستان کی سیاسی صورت حال پر گفتگو شروع ہوگئی جس میں پاکستان کی بار بار بدلتی ہوئی حکومتوں کے متعلق اظہار خیال بھی ہوا۔اسی دوران رئیس الاحرارؒ نے مسٹر دھیبر سے فرمایا ''پاکستان کی حکومتیں جس تیزی سے بدل رہی ہیں، میرا خیال ہے کہ پاکستان میں اب فوجی انقلاب آنے والا ہے،اور جو بھی فوجی حکمران آئے گا وہ ہندوستان کو جنگ نہ کرنے کے معاہدے کی پیشکش کرے گا۔ میری رائے یہ ہے کہ ہندوستان کو اس فوجی حکمران کی تجویز قبول کرکے پاکستان سے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کرلینا چاہیے،اس سے دونوں ملکوں کا فائدہ ہے اور یہ دونوں ملک بلاخوف وخطر ترقی کی راہ پر گامزن ہوجائیں گے''۔

مسٹر دھیبر نے یہ بات جا کر جواہر لال نہرو کو بتادی، جواہر لال نہرو نے رئیس الاحرارؒ کو وزیر اعظم ہاؤس بلالیا۔ جواہر لال نہرو نے رئیس الاحرارؒ سے ان کی اس پیش گوئی کے متعلق پوچھا تو رئیس الاحرارؒ نے فرمایا کہ یہ میرا وجدان ہے کیونکہ پاکستان میں جتنے بھی لیڈر ہیں وہ سب کے سب اقتدار کے بھوکے ہیں، مجبوراً فوج کو مداخلت کرنا پڑے گی۔ جواہر لال نہرو نے پوچھا کہ آپ نے فوجی حکمران کی طرف سے جنگ نہ کرنے کے معاہدے کی پیشکش کے متعلق جو کہا ہے وہ کیا معنی رکھتا ہے۔رئیس الاحرارؒ نے جواباً فرمایا کہ فوج کے سپہ سالار کی ہمیشہ کوشش ہوتی ہے کہ اس کی فوج کا جانی نقصان کم سے کم ہو، وہ اپنے تجربہ کار جوانوں کو بہت قیمتی سمجھتا ہے،اس لئے وہ جنگ سے زیادہ امن کا خواہاں ہوتا ہے۔جبکہ غیر فوجی حکمران فوجیوں کو اپنا ملازم سمجھتا ہے، اُسے اس بات سے کوئی غرض نہیں ہوتی کہ اس کا چوکیدار مارا جائے۔ وہ اپنی کرسی بچانے اور اپنی سیاست کو چمکانے میں حکم دے کر اپنا کام چلانا جانتا ہے ،اس کے لئے چاہے کسی کی جان بھی چلی جائے۔

جواہر لال نہرو نے پوچھا کہ آپ نے جنگ نہ کرنے کی معاہدے کی پیشکش کو قبول کرنے کے متعلق جو فرمایا ہے، کیا یہ آپ پالیسی دے رہے ہیں؟، رئیس الاحرارؒ نے فرمایا کہ یہ پالیسی نہیں ہے بلکہ میری رائے ہے، آپ مجھ سے بہتر سمجھتے ہیں۔اس پر جواہر لال نہرو نے کہا کہ وقت پر دیکھا جائے گا۔ جواہر لال نہرو نے سمجھا کہ یہ ایک ملاّں کی بات ہے ایسا کیسے ہوسکتا ہے۔

رئیس الاحرارؒ نے یہ پیشگوئی ۱۹۵۶ء کے شروع میں کی تھی۔ ۲ ستمبر ۱۹۵۶ء کو رئیس الاحرارؒ کا انتقال ہوگیا۔رئیس الاحرارؒ کے انتقال کے دو سال بعد ان کی پیش گوئی کا پہلا حصہ اس انداز میں پورا ہوا

کہ ۱۹۵۸ء میں پاکستان میں فوجی انقلاب آ گیا۔ جنرل ایوب خان نے پاکستان میں مارشل لاء نافذ کر دیا۔ اور دوسرا حصہ اس طرح پورا ہوا کہ ۱۹۶۰ء کی دہائی کے اوائل میں پاکستان کے فوجی صدر ایوب خان نے ہندوستان کو جنگ نہ کرنے کے معاہدے کی پیشکش کر دی۔

رئیس الاحرارؒ تقسیم ہند کے مخالف تھے، انہوں نے تقسیم ہند کے بعد فسادات کی وجہ سے لدھیانہ کو چھوڑ کر دہلی میں رہائش اختیار کر لی تھی۔ رئیس الاحرارؒ کی رہائش دہلی کے مشہور چاندنی چوک کے قریب کوچہ رحمٰن میں تھی۔ کوچہ رحمٰن چاندنی چوک بازار سے تقریباً ایک سو میٹر کے فاصلہ پر ہے۔ میرے چچازاد آج بھی اُسی مکان میں رہائش پذیر ہیں۔ مجھے کئی دفعہ اپنے رشتہ داروں سے ملنے کے لئے دہلی جانے کا اتفاق ہوا، کوچہ رحمٰن کے پرانے بوڑھے باسی آج بھی وہ منظر بیان کرتے ہیں کہ جب ایوب خان نے ہندوستان کے وزیر اعظم جواہر لال نہرو کو جنگ نہ کرنے کے معاہدے کی پیشکش کی تو دوسرے دن جواہر لال نہرو رئیس الاحرارؒ کے مکان پر کوچہ رحمٰن میں اس طرح آیا کہ اس نے چاندنی چوک میں اپنی گاڑی سے اُترتے ہی جوتے اُتار لئے اور ننگے پاؤں چل کر ایک سو گز کے فاصلے پر رئیس الاحرارؒ کے مکان تک پہنچا۔ اور اس نے رئیس الاحرارؒ کے مکان کے دروازے کی چوکھٹ پر سر رکھ دیا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور کہا کہ ''ایسا دور اندیش سیاستدان میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھا، ان کی کہی ہوئی ہر بات، ہر پیشگوئی سچ ثابت ہوئی۔ تازہ مثال پاکستان کی حکومت کی طرف سے جنگ نہ کرنے کے معاہدے کی پیشکش ہے'' مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ نے اپنے انتقال سے پہلے ۱۹۵۶ء میں ہی کہہ دیا تھا کہ پاکستان ہندوستان کو جنگ نہ کرنے کے معاہدے کی پیش کش کرے گا۔ اور آج ان کا کہا ہوا سچ ثابت ہوا''۔ کسی نے جواہر لال سے پوچھا کہ اب اس پیشکش کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے، تو جواہر لال نہرو نے کہا کہ مولانا حبیب الرحمٰن کی خواہش تو یہی تھی کہ پاکستان کی اس پیشکش کو قبول کر لیا جائے۔ لیکن اب ہندوستان میں مجھے کوئی رہنما ایسا دکھائی نہیں دیتا کہ جو اس کام میں ہماری مدد کرے۔ اس کے ساتھ ساتھ جواہر لال نہرو نے کہا مولانا حبیب الرحمٰن کی زندگی میں جب ہم کبھی عالمی مسائل میں الجھ جاتے تھے تو ہم مولانا حبیب الرحمٰن سے مشورہ کرتے تھے، اور جب ان کے سامنے ہم اپنا مسئلہ بیا کرتے تو یوں محسوس ہوتا تھا کہ وہ پہلے ہی سے اس کو سُلجھائے بیٹھے ہیں، آج مولانا ہم میں موجود نہیں مگر ان کی طرف سے کی گئی کئی پیش گوئیاں آہستہ

آہستہ پوری ہو رہی ہیں‘‘۔

رئیس الاحرارؒ کی آخری سانس تک دین اسلام کی خدمت

رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ نے ساری زندگی امت مسلمہ کی خدمت میں متحرک گزاری۔ اور آخری دم تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ اس کے متعلق حضرت مولانا قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی شیخ التفسیر جامع ملیہ دہلی اپنی یادداشت میں ’’رحمان کا حبیب اپنے محبوب کی آغوش میں‘‘ کے عنوان سے لکھتے ہیں:

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلقات کا آغاز جس طرح ناگہانی طور پر ہوا۔ قدرت کو اس کا اختتام بھی اسی انداز پر کرنا تھا۔ اب ذرا جگر تھام کر اس کا ذکر بھی سن لیجئے:

مشرقی پنجاب سے مسلمانوں کے انخلاء کا حضرت مولانا کو بڑا غم تھا۔ یہ ایک طرف مولانا کے سینے کا زخم تھا جو برابر رستا رہتا تھا، تو دوسری طرف مولانا اسے ہندوستان کی سیکولر حکومت کی روشن پیشانی کا داغ بھی سمجھتے تھے۔ آخر حضرت رائے پوری مدظلہ العالی کی سرپرستی میں مولانا مرحوم نے ۱۹۵۶ء کے وسط میں ’’انجمن حمایت اسلام‘‘ کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا اور منظم طریقے پر مشرقی پنجاب میں مساجد و مقابر کے انخلاء اور وطن میں رہتے ہوئے بے وطن مسلمانوں کی آبادکاری کا کام شروع کر دیا۔ اس انجمن کا پہلا باضابطہ جلسہ مولانا نے یکم ستمبر ۱۹۵۶ء کو اپنے دولت کدہ پر بلایا۔ مشرقی پنجاب دہلی اور یوپی سے مولانا کے وہ احباب جو اس کام میں دلچسپی رکھتے تھے جمع ہوئے۔ جلسہ حضرت مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کی صدارت میں صبح سے شام تک جاری رہا، اور اس میں اس کام کا ایک واضح نقشہ بنالیا گیا جلسہ ختم ہو جانے کے بعد مولانا نے اطمینان کا سانس لیا اور فرمایا آج میرے سینے کا بوجھ ہلکا ہو گیا۔

اکثر شرکاء جلسہ اسی روز شام کو رخصت ہو گئے میں نے چاہا کہ حضرت مہتمم صاحب کے ساتھ جو اپنی کار کے ذریعے دیوبند روانہ ہو رہے تھے، میں بھی سوار ہو جاؤں اور راستہ میں میرٹھ اتر جاؤں مگر اجازت نہ ملی اور مجھے روک لیا گیا۔

بعد از نماز مغرب دارالعلوم دیوبند کے مصری استاد تشریف لے آئے ان سے دیر تک گفتگو

فرماتے رہے، پھر تمام نماز عشاء کے بعد کاظمی صاحب سے اور مجھ سے انجمن کے کام کے متعلق سونے کے وقت تک باتیں ہوتی رہیں۔ اس رات گرمی زیادہ تھی مولانا کو اطمینان کی نیند نہ آئی، میری آنکھ بھی تھوڑی تھوڑی دیر بعد کھلتی رہی۔ صبح چار بجے کے قریب مولانا بستر سے اٹھے، ضرورت سے فارغ ہو کر وضو کیا، پھر جانماز بچھا کر اپنے مولا کے سامنے سربسجود ہو گئے۔ میں مکان کے برابر والی مسجد میں چلا گیا، علی الصباح مولانا کا معمول کمپنی باغ تک ٹہلنے کے لئے جانے کا تھا، مگر آپریشن کے بعد سے جسے دو ماہ گزرے تھے رکشہ میں آتے جاتے تھے۔ اس روز خلاف معمول پیدل واپس ہوئے اور راستہ بھر دوکانداروں اور محلّہ والوں سے سلام و مصافحہ کا سلسلہ جاری رہا۔

مولانا کے ہاں صبح کا ناشتہ بہت سویرے ہوتا تھا۔ مولانا کے تشریف لاتے ہی دسترخوان بچھا دیا گیا۔ حضرت مولانا پیشاب سے فارغ ہو کر تشریف لائے تو میں تعظیماً کھڑا ہونے لگا، مولانا نے محبت کے ساتھ کاندھے پر ہاتھ رکھ کر روک دیا اور ہنس کر فرمایا میں تو پنجابی ہوں پھر آپ میرے ساتھ یوپی کی تہذیب کیوں چلاتے ہیں۔ میں نے عرض کیا جب میرے اور آپ کے تعلقات ہیں تو تہذیب بھی ملی جلی چلنے دیجئے۔ گفتگو کے دوران میں ہی مولانا محمد احمد کاظمی ایم-پی (مرحوم) تشریف لے آئے- مولانا نے فرمایا لیجئے، اب مشرقی یوپی اور بہار کی تہذیبوں کے نمائندے بھی آ گئے۔ الغرض ناشتہ کے دوران حضرت مولانا اپنی شیرینی گفتار سے کام و دہن کے ساتھ دل و دماغ کی ضیافت کا سامان بھی فرماتے رہے۔

ناشتہ سے فراغت کے بعد مولانا زنان خانہ میں تشریف لے گئے، اسی دوران اختلاج قلب کا دورہ پڑا، لڑکھڑاتے ہوئے چارپائی پر گر گئے، کلمہ طیبہ پڑھا اور رحمان کا حبیب اپنے محبوب کی آغوش رحمت میں پہنچ گیا۔ گھر میں آہ و بکا کی آوازیں بلند ہوئیں۔ دوسروں کے ساتھ میں بھی افتاں و خیزاں گھر میں پہنچا، حضرت مولانا بستر مرگ پر دراز تھے۔ نورانی پیشانی پر پسینہ کے موتی لرزاں تھے اور خاموش ہونٹوں پر تبسم کی موجیں رقصاں تھیں:

حیف در چشمِ زدن صحبت یار آخر شد

كل من عليها فان و يبقىٰ وجه ربك ذوالجلال والاكرام

زین العابدین شیخ التفسیر جامعہ ملیہ نئی دہلی۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے ارتداد پر سب سے پہلا فتوائے تکفیر

تحریک ختم نبوت تاریخ کے آئینے میں

از قلم: حبیب الرحمٰن لدھیانوی قسط 35

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کا پیر مہر علی شاہؒ کو مشورہ

گذشتہ شماروں میں ہم نے غیر مقلّدین کے اوّل مکفّر مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم اور ان کے فاتح قادیان مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم کی تحریک ختم نبوت کے ابتدائی دور کی معنی خیز سرگرمیوں کا ذکر تفصیل سے کیا تھا۔ جس کے نتائج آئندہ آنے والے وقت میں بھیانک نکلے۔ ہم نے تو صرف تاریخ کے ان عُقدوں کو کھولا ہے جن کو یار لوگوں نے بڑی منصوبہ بندی کے ساتھ گنجلک طریقہ سے باندھا تھا۔ ان عُقدوں کو کھولنے کے لئے راقم کو کیا کیا کرنا پڑا، اور کہاں کہاں کا سفر کرنا پڑا، یہ ایک الگ داستان ہے۔ راقم نے جو کچھ بھی لکھا ہے باحوالہ لکھا ہے۔

اور ہر ایک حوالہ راقم کے پاس محفوظ ہے۔ اس کے متعلق ہم آئندہ شماروں میں بھی وقتاً فوقتاً قارئین کے سامنے تاریخ کے گمنام گوشوں کو تشت از بام کرتے رہیں گے۔ فی الحال ہم اسی تحریک ختم نبوت کے موضوع پر کچھ اور دریچے وا کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔

ہندوستان میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کا تصوف میں بڑا نام ہے۔ وہ صوفی ہونے کے ساتھ ساتھ مجاہد فی سبیل اللہ بھی تھے۔ ۱۸۵۷ء میں انگریزی فوجوں کے خلاف جنگ میں بھر پور کردار ادا کیا۔ مگر جنگ آزادی میں ناکامی ہوئی، اس پر انہوں نے ہندوستان سے دیار عرب کو ہجرت کر لی۔ مکۃ المکرّمہ میں رہائش اختیار فرمائی، وہیں انتقال ہوا، اور جنت معلیٰ میں دفن ہوئے۔

مسلک اہل سنت والجماعت علماءِ دیوبند کے فکری اور اصلاحی مرشد تھے۔ ان کے منتسبین میں سے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانیٔ دارلعلوم دیوبند، قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سرفہرست ہیں۔ ان کی طبعی وسعت کی بنا پر بڑے بڑے

لوگ ان کا احترام کرتے تھے۔انہی میں گولڑہ شریف کے پیر مہر علی شاہ صاحبؒ بھی تھے۔

۱۸۹۰ء میں پیر مہر علی شاہ صاحب حج بیت اللہ کے لیے حجاز مقدس تشریف لے گئے، وہاں پر حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے بھی ان کی ملاقات ہوئی۔اس ملاقات میں حضرت حاجی صاحبؒ نے حضرت پیر مہر علی صاحبؒ کو سلسلہ صابریہ میں اجازت بھی مرحمت فرمائی۔

حضرت پیر مہر علی شاہ صاحبؒ بھی ایک بڑے پائے کے بزرگ تھے۔انکے متوسلین و منتسبین کا پاکستان میں ایک بڑا حلقہ ہے۔راولپنڈی، اسلام آباد سے ملحق ان کی خانقاہ مشہور ہے، جو کہ گولڑہ شریف کے نام سے پہچانی جاتی ہے۔حضرت حاجی صاحبؒ کی طرف سے سلسلہ صابریہ میں حضرت پیر مہر علی شاہ صاحبؒ کو اجازت کی بنا پر بعض حضرات خاص کر غیر مقلّدین ان کو دیوبندی مکتب فکر میں شمار کرتے ہیں، اور جبکہ کچھ ضعیف الاعتقاد لوگ ان کو بریلوی مکتب فکر میں شمار کرتے ہیں۔میرے خیال میں ان کا فکر ان دونوں مکاتب فکر سے الگ تھا۔راقم نے ایک دفعہ پہلے بھی لکھا تھا کہ ایک دفعہ مرشدی ومولائی حضرت سید نفیس الحسینیؒ کی خدمت اقدس میں یہ راقم حاضر تھا، شام کے تقریباً چار بجے تھے کہ اس وقت گولڑہ شریف کے گدی نشین جناب سید نصیر الدّین شاہ صاحب مرحوم اپنے چند خدّام کے ہمراہ حضرت شاہ صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔حضرت شاہ صاحبؒ نے ان کی چائے وغیرہ کے ساتھ تواضع فرمائی۔

چائے نوشی کے دوران پیر نصیر الدّین صاحبؒ حضرت شاہ صاحبؒ کے سامنے بار بار یہ الفاظ دوہراتے رہے کہ حضرت آپ کی چائے میں انوارات ہی انوارات ہیں۔باتوں باتوں میں حضرت سیّد نفیس الحسینیؒ نے پیر صاحب گولڑہ شریف مرحوم سے استفسار فرمایا کہ ''بریلوی حضرات یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ کے جدّ امجد حضرت پیر مہر علی شاہ صاحبؒ بریلوی مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے؟۔اس پر پیر نصیر الدّین صاحب مرحوم سنجیدہ ہوگئے اور مستعد ہو کر بیٹھ گئے، پھر انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے کندھوں تک اُٹھائے اور یہ فرمایا ''ہمارے اعلیٰ حضرت تو بریلوی نہیں تھے'' یہ الفاظ انہوں نے تین دفعہ کہے۔اس پر حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ تو آپ تحریراً اس کی

وضاحت بھی فرمادیں، تاکہ لوگوں کی غلط فہمی دور ہوجائے۔اس پر پیر نصیر الدّین شاہ صاحب مرحوم نے وعدہ فرمایا۔معلوم نہیں بعد میں یہ وعدہ ایفا ہوا یا نہیں۔میرا عرض کرنے کا مطلب ہے کہ وہ نہ دیوبندی تھے اور نہ بریلوی۔

کہتے ہیں کہ انہی حضرت پیر مہر علی شاہ صاحبؒ کا ۱۸۹۰ء کے اسی سفر حج میں مکہ ہی میں مستقل ٹھہرنے کا خیال بن رہا تھا مگر حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ نے انہیں مکہ میں رہنے کی بجائے واپس ہندوستان جانے کا مشورہ دیا۔اس کے متعلق حضرت پیر مہر علی شاہ صاحبؒ کے سوانح نگار لکھتے ہیں:

آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ عرب شریف کے قیام کے دوران ایک ایسا وقت بھی آیا تھا کہ مجھے اُسی جگہ رہائش اختیار کرلینے کا خیال پیدا ہوگیا۔مگر حاجی (امداداللہ مہاجر مکی) صاحبؒ نے ارشاد فرمایا کہ ''پنجاب میں عنقریب ایک فتنہ نمودار ہوگا، جس کا سدّ باب آپ کی ذات سے متعلق ہے۔اگر اُس وقت آپ محض اپنے گھر میں خاموش ہی بیٹھے رہے تو بھی علماءِ عصر کے عقائد محفوظ رہیں گے، اور وہ فتنہ زور نہ پکڑ سکے گا''۔جیسا کہ آپ کی تصانیف وملفوظات سے ظاہر ہوتا ہے، آپ پر بعد میں انکشاف ہوا کہ اس فتنہ سے مراد قادیانیت تھی۔(مہر منیر صفحہ ۱۲۹)

یہی مصنف اسی کتاب میں دوسری جگہ لکھتے ہیں:

۱۳۰۷ھ یعنی ۱۸۹۰ء میں حج کے موقعہ پر جب آپ نے حجاز مقدس ہی میں سکونت پذیر ہونے کا ارادہ فرمایا تو حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکّی رحمۃ اللہ علیہ نے بربنا کشف آگاہ ہوکر فرمایا تھا کہ عنقریب سرزمین ہند میں ایک بہت بڑا فتنہ ظاہر ہونے والا ہے جس کا سدِّ باب آپ کی ذات سے متعلق ہے۔

اگر اُس وقت آپ اپنے وطن میں بالفرض خاموش بھی بیٹھے رہے تو بھی ملک کے علماء اس فتنہ کی زَدْ سے محفوظ رہیں گے۔چنانچہ بعد ازاں وطن لوٹنے پر مکاشفات و مشاہدات کے ذریعہ آپ کو معلوم ہوا کہ اُس فتنہ سے مراد فتنۂ قادیانیت تھا۔کیونکہ حضرت حاجی صاحبؒ کی پیش گوئی کے مطابق اگلے ہی سال یعنی ۱۸۹۱ء میں مرزا صاحب نے

مناظر اسلام، مأمور اور مجدّد کے دعوے سے آگے بڑھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے اور نزول سے انکار کر کے اُن کی موت اور اپنے مسیح ہونے کا اعلان کر دیا۔ (مہرِ منیر، صفحہ ۲۰۳)

کشف نہیں مشاہدہ

یہاں پر مہرِ منیر کے مصنف نے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے مشورے کو کشف کا نام دیا ہے۔ اسی طرح حضرت حاجی صاحبؒ اور پیر مہر علی شاہ صاحبؒ کے اکثر معتقدین و متوسلین و منتسبین کا بھی یہی نظریہ ہے۔ بلکہ بعض حضرات محبت میں غلوّ کرتے ہوئے اس کو حضرت حاجی صاحبؒ کا مرزا غلام احمد قادیانی کے بارے میں سب سے پہلا کشف بھی کہتے ہیں۔ جبکہ راقم کے نزدیک یہ کشف نہیں بلکہ صریح مشاہدہ تھا۔ وہ اس لیے کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے لیے نہ تو مرزا قادیانی نئی چیز تھا اور نہ ہی اُس کے دعوے اُن سے چُھپے ہوئے تھے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے ۱۳۰۱ھ مطابق ۱۸۸۴ء میں جب اپنی کتاب ''براہین احمدیہ'' کی چوتھی جلد شائع کی تو اس وقت خاندان علماءِ لدھیانہ (حضرت مولانا محمد لدھیانویؒ، حضرت مولانا عبدالعزیز لدھیانویؒ، حضرت مولانا عبداللہ لدھیانویؒ) نے اس پر کفر کا فتویٰ دیدیا تھا، جس پر اہل علم کی طرف سے اشکال کیا گیا تھا، اس اشکال کو رفع کرنے کے لیے خاندانِ علماءِ لدھیانہ کے اکابر باقاعدہ دیوبند کے سالانہ جلسہ میں تشریف لے گئے تھے، کافی بحث و مباحثہ کے بعد اکابرین دیوبند نے خاندانِ علماءِ لدھیانہ کے موقف کو ''بسبب قریب الوطن ہونے قادیان کے درست قرار دیدیا تھا مگر خود ابھی خاموشی اختیار کر لی تھی''۔

دوسری طرف مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم نے اپنے ماہنامہ ''اشاعۃ السنۃ'' میں خاندانِ علماءِ لدھیانہ کے اس فتوائے کفر کے خلاف اور مرزا قادیانی کے دعووں کے حق ہونے پر ایک طویل مقالہ لکھ مارا تھا۔ جس پر محرم ۱۳۰۲ھ میں مولانا غلام دستگیر قصوری مرحوم نے مرزا قادیانی کی کتاب ''براہین احمدیہ'' اور اس کے حق میں مولانا بٹالوی مرحوم کی طرف سے لکھے گئے مقالے کا بغور مطالعہ کرنے کے

بعد ایک استفتاء مرتب کر کے حجاز مقدس کے مفتیان کرام سے جواب حاصل کرنے کے لیے حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکّی کے پاس ۱۳۰۳ھ میں بھیجا۔ وہاں سے اس کا جواب ۱۳۰۵ھ میں موصول ہوا۔ اس کے متعلق مرزا قادیانی پر اوّل مکفّر حضرت مولانا محمد لدھیانوی لکھتے ہیں:

چونکہ یہ شخص (مرزا قادیانی) غیر مقلّدین کے نزدیک قطب اور غوث وقت۔ تھا محمد حسین لاہوری نے جو غیر مقلدین ہند کا مقتدا مشہور ہے امداد قادیانی پر کمر باندھی اور اپنے رسالہ ماہواری میں ہماری مذمت اور قادیانی کی تائید کرتا رہا۔ یعنی کلمات کفریہ کی اشاعت کو معاذ اللہ اشاعۃ السنۃ قرار دیتا رہا۔ مصرع (برعکس نہند نام زندگی کافور) لیکن اس ماہواری رسالہ کے ذریعے سے بموجب شعر

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد
خمیر مایہ دوکان شیشہ گر سنگ است

اکثر اہل علم کو کلمات کفریہ قادیانی کے معلوم ہو گئے اور ہمارے فتویٰ کی تصدیق کی ندا ہر طرف سے آنے لگی۔ یہاں تک مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری نے ایک استفتاء قادیانی کے باب میں علماءِ حرمین کی خدمت میں روانہ کیا، مولانا مولوی رحمۃ اللہ مرحوم (مراد اِس سے مولانا رحمۃ اللہ کیرانوی ہیں) نے بعد کمال تتبع براہین احمدیہ و نہایت تفتیش رسالہ جات لاہوری کے یہ جواب لکھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ باقی علماءِ حرمین نے اسی مضمون کے مطابق اپنی اپنی رائیں ظاہر کیں۔

(فتاویٰ قادریہ صفحہ ۱۸ تا ۱۹)

جبکہ اس ضمن میں مولانا غلام دستگیر قصوری اپنی ایک کتاب ''فتح رحمانی بہ دفع کید کادیانی'' میں لکھتے ہیں:

عبدہ الحقیر محمد ابو عبدالرحمٰن فقیر غلام دستگیر ہاشمی حنفی قصوری کان اللہ لہٗ، برادران دین اسلام کی خدمت میں اعلام کرتا ہے کہ فقیر ابتداء ۱۳۰۲ھجری مقدسہ سے مرزا غلام احمد قادیانی کو دنیا پرست اور دین فروش جانتا ہے، چنانچہ محض ابتغاء لمرضات اللہ اس کی

تردید میں حتی الامکان مصروفیت کر کے حضرات علماء حرمین محترمین زاد ھما اللہ تعالیٰ حرمۃً و شرفاً سے اس کی کتاب ''براہین احمدیہ اور رسالۃ اشاعۃ السنۃ'' ذی قعدہ وذی الحجۃ ۱۳۰۱ھ و محرم ۱۳۰۲ھ جس میں اس کی تأویلیں تھیں بھیج کر استفتاء کیا تھا، کہ ایسا شخص جو اپنے الہام کو مرادف وحی انبیاء یعنی قطعی و یقینی جانتا ہے اور انبیاء سے کھلی کھلی برابری بلکہ بعض جگہ اپنے آپ کو انبیاء سے بڑھاتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟ اس پر حضرت مولانا مولوی محمد رحمۃ اللہ علیہ الرحمۃ نے (جو منجانب حضرت سلطان روم بتجویز حضرت شیخ الاسلام کے ملقب بخطاب پایہ حرمین شریفین ہیں) فقیر کے رسالہ ''رجم الشیاطین برد اغلوطات البراھین'' کی نقول کو مطابق اصل براہین کر کے لکھ دیا کہ مرزا قادیانی دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ پھر حضرات مفتیان نے بھی اس کے بارہ میں قادیانی شیطانی اور مسیلمہ کذّاب ثانی وغیرہما الفاظ کو استعمال فرما کر رسالہ موصوفہ کی کمال تصدیق فرمائی، جو ۱۳۰۵ھ میں واپس آیا۔

(فتح رحمانی بہ دفع کید کادیانی صفحہ ۱-۲)

یہاں پر سمجھنے کی بات یہ ہے کہ حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکّیؒ کے لیے کوئی غیر نہیں تھے بلکہ انہی کے خوشہ چین تھے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ مرزا قادیانی کے بارے میں مکہ میں عرب کے تمام مفتیان کرام سے تو استفتاء حاصل کرتے پھر رہے ہوں اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ سے اس چیز کو مخفی رکھیں۔

لازمی بات ہے کہ حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ نے حضرت حاجی صاحبؒ کو نہ صرف بتایا ہوگا بلکہ حضرت حاجی صاحبؒ کا مشورہ بھی ان کے قدم بہ قدم ہوگا۔ اس لیے یہ بات کہنا کہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکّی کو کوئی کشف ہوا تھا میرے خیال میں صحیح نہیں ہے۔

دوسری بات یہ کہنا کہ حضرت حاجی صاحبؒ کا یہ سب سے پہلا کشف تھا یہ بھی اس لیے صحیح نہیں ہے کیونکہ پیر مہر علی شاہ صاحبؒ کی ان سے ملاقات ۱۸۹۰ء میں ہوئی اور اس وقت انہوں نے پیر صاحب کو مشورہ دیا

جبکہ خاندانِ علماء لدھیانہ نے اس کشف یا مشورے سے تقریباً چھ یا سات سال قبل ہی مرزا قادیانی پر کفر کا فتویٰ دیدیا تھا۔

البتہ اگر حاجی صاحبؒ کا کشف مان بھی لیا جائے تو وہ کشف مرزا قادیانی کے فتنے کے وجود کا نہیں بلکہ نمود کا تھا۔ کیونکہ ۱۳۰۱ھ مطابق ۱۸۸۴ء ہی میں خاندانِ علماء لدھیانہ نے اس فتنے کے وجود کی نشاندہی کردی تھی، حضرت حاجی صاحبؒ کے فرمان کا مطلب یہ تھا کہ جو فتنہ ۱۳۰۱ھ میں وجود میں آیا تھا اور اس کے وجود کی تصدیق حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ کے ذریعہ ۱۳۰۵ء میں علماء حرمین کے فتووں سے ہوچکی تھی، اس کی نمود کا وقت آرہا ہے۔

چنانچہ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحبؒ حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ کے مشورے کے مطابق ہندوستان واپس تشریف لے آئے۔ جیسا کہ ذکر کیا جاچکا ہے کہ یہ سال ۱۸۹۰ء کا تھا۔ چنانچہ اُسی سال مرزا غلام احمد قادیانی کا وہ فتنہ جس کے وجود کی خاندان علماء لدھیانہ نے ۱۸۸۴ء میں فتوائے کفر دے کر نشاندہی کی تھی، اور اسی کی نمود کے متعلق حضرت حاجی امداداللہ صاحبؒ نے حضرت پیر مہر علی شاہ صاحبؒ کی طرف اشارہ کیا تھا اسی فتنہ نے نمود کے لئے پر پُرزے نکالنے شروع کردیئے۔

اس پر مرزا غلام احمد قادیانی کے سب سے بڑے حامی و ناصر، مؤید و مؤوّل اس کے ہم مکتب و ہم استاد، اس کے ہم مسلک مولانا محمد حسین بٹالویؒ بھی اس سے بدظن ہو کر فتوائے تکفیر کا ہتھیار لے کر میدان میں کود پڑے۔ اور خاندان علماء لدھیانہ کے سب سے پہلے فتوائے تکفیر (جس کی مخالفت میں بٹالوی صاحب ایڑی چوٹی کا زور لگاتے رہے) کو حق سمجھ کر ہندوستان بھر کے علماء اسلام سے مرزا قادیانی کے خلاف کفر کا فتویٰ حاصل کرنے کی تگ و دو میں لگ گئے۔ اور بڑے بڑے مشاہیر اسلام سے انہوں نے مرزا قادیانی کے خلاف کفر کا فتویٰ حاصل کیا اور پھر اس کو شائع کردیا۔

اسی دور میں حضرت پیر مہر علی شاہ صاحبؒ نے بھی مرزا غلام احمد قادیان کو للکارا۔ چنانچہ ان دونوں میں مناظروں اور مباحثوں کی نوبت بھی آئی، جس میں حضرت پیر مہر علی شاہ صاحبؒ ہی فاتح رہے۔ اور مرزا قادیانی کے عقائد کے پھیلنے میں ایک بڑی رُکاوٹ بنی۔

(جاری ہے)



حج کا آسان طریقہ

عمرہ کا احرام

احرام کی تیاری: سر کے بال سنواریں، خط بنوائیں، مونچھیں کتریں، زیرِ ناف اور بغل کے بال صاف کریں۔(غنیۃ)

غسل: احرام کی نیت سے غسل کریں ورنہ وضو کریں۔(غنیۃ)

احرام کی چادریں: اب مرد ایک سفید چادر باندھیں دوسری اوڑھیں (غنیۃ) اور جوتے اتار کر ہوائی چپل پہنیں، خواتین اپنے مخصوص طریقہ احرام پر کتاب کے مطابق عمل کریں۔

نفل نماز: سر ڈھک کر دو رکعت نفل ادا کریں۔(حیات) ہوائی جہاز سے جانے کی صورت میں ہوائی جہاز میں احرام کی نیت کرنا زیادہ مناسب ہے لہٰذا نیت وتلبیہ کے سوا باقی کام گھر یا ائیر پورٹ پر کریں اور جب ہوائی جہاز فضا میں بلند ہو جائے اس وقت نیت اور تلبیہ پڑھیں۔

نیت: اب اپنا سر کھولیں اور نیت کریں۔(غنیۃ)

اے اللہ میں آپ کی رضا کے لیے عمرہ کا ارادہ کرتا ہوں آپ اس کو میرے لیے آسان کر دیجیے اور قبول فرما لیجیے۔

تلبیہ: نیت کرتے ہی تین بار لبیک کہیں:

لبيك اللهم لبيك لبيك لا شريك لك لبيك ان الحمد والنعمة لك والملك لا شريك لك

دعا: اس کے بعد درود شریف پڑھ کر یہ دعا مانگیں:

اے اللہ! میں آپ کی رضا اور جنت مانگتا ہوں اور آپ کی ناراضگی اور دوزخ سے پناہ مانگتا ہوں اور اس موقع پر سرکارِ دو عالم ﷺ نے جو جو دعائیں مانگیں یا بتلائی ہیں وہ بھی مانگتا ہوں وہ سب میری طرف سے قبول کر لیجیے۔

احرام کی پابندیاں: نیت اور تلبیہ پڑھتے ہی احرام کی پابندیاں شروع ہو جائیں گی ان کی تفصیل مذکورہ کتب میں دیکھیں اور عمل کریں۔

مکہ معظّمہ کا سفر

سوئے حرم: جب حرم کی طرف مبارک سفر شروع ہو جائے تو دورانِ سفر بکثرت تلبیہ پڑھتے رہیں۔(حیات وغنیۃ)

مکہ معظّمہ: ذوق وشوق سے تلبیہ پڑھتے ہوئے مکہ معظّمہ میں داخل ہوں۔

حرم شریف میں حاضری: جب مسجد حرام میں داخل ہوں تو دل سے پورے ادب کے ساتھ پہلے دایاں قدم رکھیں اور یہ دعا کریں:

بسم اللّٰہ والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللّٰہ رب اغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتك

اعتکاف کی نیت کریں اور بغیر کسی کو تکلیف دیئے آگے بڑھیں۔(غنیۃ)

پہلی نظر: جب بیت اللہ پر نظر پڑے تو بیت اللہ سے ہٹ کر ایک طرف کھڑے ہوں اور یہ کام کریں:

(۱) اللہ اکبر تین مرتبہ کہیں۔

(۲) لا الٰہ الا اللہ تین مرتبہ کہیں۔

(۳) دونوں ہاتھ دعا کے لیے اٹھائیں اور درود شریف پڑھ کر خوب دعا مانگیں، یہ دعا کی قبولیت کا خاص وقت ہے۔

طواف

طواف کی تیاری: چادر کو داہنی بغل سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈالیں اور دایاں کندھا کھلا رہنے دیں۔اور طواف باوضو ضروری ہے۔

طواف کی نیت: اب خانہ کعبہ کے سامنے جس طرح حجرِ اسود ہے اس طرح کھڑے ہوں کہ پورا حجرِ اسود آپ کے داہنی طرف رہ جائے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے فرش پر بنی ہوئی سیاہ پٹی سے بھی مدد لی جاسکتی ہے۔چنانچہ پوری پٹی اپنے دائیں جانب کر دیں اور پھر بغیر ہاتھ اٹھائے طواف کی نیت کریں: اے اللہ! میں آپ کی رضا کے لیے عمرہ کا طواف کرتا ہوں آپ اس کو میرے لیے آسان بنا دیجیے اور قبول فرما لیجیے۔(حیات)

پھر قبلہ رو ہی دائیں طرف کھسک کر بالکل حجرِ اسود کے سامنے آئیں اور دونوں ہاتھ اپنے کانوں تک اٹھائیں اور ہتھیلیوں کا رخ حجر اسود کی طرف کریں اور کہیں:

بسم اللّٰہ اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللّٰہ

اور دونوں ہاتھ چوم لیں (حیات)۔

طواف شروع: پھر استلام کے بعد دائیں طرف مڑ کر طواف شروع کریں۔

ہدایت: حجر اسود رکن یمانی اور ملتزم پر اکثر خوشبو لگی ہوتی ہے اس لیے حالت احرام میں ان کو ہاتھ نہ لگائیں ذرا دور ہی رہیں ورنہ دم وغیرہ کا خطرہ ہے۔

تاکید: حجرِ اسود کے استلام یا اشارہ کے سوا دورانِ طواف خانہ کعبہ کی طرف سینہ یا پشت کرنا جائز نہیں ہے، اس کا خصوصی خیال رکھیں۔

رمل: اور اکڑ کر شانے ہلاتے ہوئے قریب قریب قدم رکھ کر قدرے تیزی سے چلیں اور صرف پہلے تین چکروں میں اس طرح چلیں، باقی چکروں میں حسبِ معمول چلیں گے (حیات)۔

استلام یا اشارہ: اگر بآسانی ممکن ہو تو حجر اسود کا استلام کریں ورنہ اشارہ کریں (حیات)۔

طواف ختم: سات چکر پورے ہونے پر آٹھویں بار حجر اسود کا استلام یا اس کا اشارہ کر کے طواف ختم کریں ۔(حیات)

اِضطِباع موقوف: اب دونوں کندھے ڈھک لیں۔(غنیۃ)

ملتزم پر جانا: ملتزم پر آجائیں اور اس سے چمٹ کر اور خوب گڑگڑا کر دعا کریں (حیات)۔ بشرطیکہ اس پر خوشبو نہ لگی ہو۔

مقام ابراہیم: اب مقام ابراہیم کے پیچھے بغیر سر ڈھکے دو رکعت واجب طواف ادا کریں اور دعا (حیات)۔

زم زم پینا: زم زم پیئیں اور دعا کریں:

اے اللہ! میں آپ سے نفع دینے والا علم، کشادہ روزی اور ہر بیماری سے شفا مانگتا ہوں۔(معلم الحجاج)

سعی

نواں استلام: اب سعی کرنے کے لیے حجر اسود کا استلام یا اشارہ کریں اور صفا کی طرف روانہ ہو جائیں

اور سعی باوضو سنت ہے۔(حیات)

صفا سے سعی کا آغاز: صفا پر سعی کی نیت کریں: اے اللہ! میں آپ کی رضا کے لیے صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتا ہوں اس کو میرے واسطے آسان کر دیجیے اور قبول فرما لیجیے۔(حیات)

اور حمد وثناء کے بعد دعا کریں۔

مروہ کی طرف روانگی: صفا سے اتر کر مروہ کی طرف چلیں، جب سبز ستونوں کے قریب پہنچیں تو مرد حضرات دوڑیں اور خواتین نہ دوڑیں اور یہ دعا کریں:

رب اغفر وارحم انت الاعز الاکرم (معلم الحجاج)

مروہ پر پہنچ کر: پھر مروہ پر پہنچ کر قبلہ رخ ہو کر دعا کریں۔ یہ ایک چکر ہوا (عمدۃ الناسک) دوسرا صفا پر اور تیسرا چکر مروہ پر مکمل ہوگا۔

سعی کا اختتام: اس طرح ساتواں چکر مروہ پر ختم ہوگا، ہر چکر میں مرد حضرات سبز ستونوں کے درمیان دوڑیں گے لیکن خواتین نہیں دوڑیں گی۔(عمدۃ المناسک)

نفل شکرانہ: اگر مکروہ وقت نہ ہو تو شکرانہ کے دو نفل حرم میں ادا کریں۔(حیات وغنیۃ)

حلق یا قصر: سعی کے بعد مرد سارے سر کے بال منڈوائیں اور خواتین سارے سر کے بال انگلی کے ایک پورے کی لمبائی سے کچھ زیادہ کتریں (غنیۃ) اور یقین حاصل کریں کہ کم از کم چوتھائی سر کے بال کتر چکے ہیں۔ مروہ پر جو لوگ قینچی لیے کھڑے رہتے ہیں ان سے سر کے چند بال کتروانا حنفی محرم کے لیے کافی نہیں، لہٰذا اس سے پرہیز کریں ورنہ دم واجب ہونے کا قوی خطرہ ہے۔

عمرہ مکمل: حلق یا قصر کے بعد عمرہ مکمل ہو گیا۔ احرام کی پابندیاں ختم ہو گئیں۔ اب کپڑے پہنیں اور گھر بار کی طرح رہیں۔ دل و جان سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ اس نے عمرہ کی سعادت بخشی اور باقی لمحات زندگی کی قدر کریں اور ان کو اپنے رب کی مرضیات کے مطابق بسر کرنے کی کوشش کریں۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد وبارك وسلم تسلیما کثیراً کثیرا.

نفلی طواف: آپ جب بھی عمرہ کرنا چاہیں مذکورہ بالا طریقہ کے مطابق کر لیا کریں اور صرف طواف کرنا چاہیں تو اوپر طواف کا جو طریقہ لکھا گیا ہے اس کے مطابق طواف کریں البتہ صرف طواف میں احرام، رمل اور اضطباع نہیں ہوگا اور سعی بھی نہ ہوگی۔

حج کا طریقہ

۸رذی الحجہ حج کا پہلا دن

حج کی تیاری: ۸رذی الحجہ کی رات کو منیٰ جانے کی تیاری مکمل کریں۔

احرام کی تیاری: سر کے بال سنواریں، خط بنوائیں مونچھیں کتریں، ناخن کاٹیں، زیرِ ناف اور بغل کے بال صاف کریں۔

غسل: احرام کی نیت سے غسل کریں ورنہ وضو کریں۔

احرام کی چادریں: مرد ایک سفید چادر باندھیں اور دوسری اوڑھیں اور جوتے اتار کر ہوائی چپل پہنیں، خواتین کتاب کے مطابق اپنے مخصوص طریقہ احرام پر عمل کریں۔

نفل نماز: ایک نفلی طواف کریں ورنہ اگر مکروہ وقت نہ ہو تو مرد حرم شریف میں آکر احرام کی نیت سے دو رکعت نفل سر ڈھک کر ادا کریں اور خواتین گھر میں یہ نفل پڑھیں۔

نیت اور تلبیہ: اب اپنا سر کھول کر اس طرح نیت کریں:

اے اللہ! میں حج کی نیت کرتا/کرتی ہوں اس کو میرے لیے آسان اور قبول فرما لیجیے۔ آمین۔

پھر فوراً لبیک کہیں اور دعا کریں۔

احرام کی پابندیاں: احرام کی پابندیاں شروع ہوگئیں، ان کی تفصیل تازہ کریں اور ان کا خاص خیال رکھیں۔

منیٰ روانگی: طلوع آفتاب کے بعد منیٰ روانہ ہوں اور راستہ بھر زیادہ سے زیادہ تلبیہ پڑھیں اور دیگر تسبیحات پڑھتے رہیں۔

منیٰ میں: منیٰ میں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور ۹رذی الحجہ کی فجر کی نماز ادا کریں اور رات منیٰ میں رہیں۔

۹رذی الحجہ حج کا دوسرا دن

عرفات روانگی: نماز فجر منیٰ میں ادا کریں، تکبیر تشریق کہیں لبیک کہیں اور تیاری کر کے زوال ہونے پر عرفات پہنچ جائیں۔

غسل: غسل کریں ورنہ وضو کریں اور کھانے وغیرہ سے فارغ ہو جائیں۔ اور کچھ دیر آرام کریں۔

وقوفِ عرفات: زوال ہوتے ہیں وقوفِ عرفہ شروع کریں اور شام تک لبیک کہنے، دعا اور توبہ استغفار

کرنے اور چوتھا کلمہ پڑھنے اور الحاح وزاری میں گزاریں اور وقوفِ عرفہ کھڑے ہوکر کرنا افضل ہے اور بیٹھ کر بھی جائز ہے۔

ظہر وعصر کی نماز: ظہر کی نماز ظہر کے وقت اور عصر کی نماز عصر کے وقت اذان وتکبیر کے ساتھ باجماعت ادا کریں۔

مُزدَلِفہ روانگی: جب عرفات میں سورج ڈوب جائے تو مغرب کی نماز پڑھے بغیر ذکر وتلبیہ پڑھتے ہوئے مزدلفہ روانہ ہوجائیں۔ یاد رہے سورج ڈوبنے سے پہلے عرفات سے نکلنا جائز نہیں ورنہ دم واجب ہوگا۔

مغرب اور عشاء کی نماز: مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز ملا کر عشاء کے وقت میں ادا کریں۔ دونوں نمازوں کے لیے صرف ایک اذان اور ایک اقامت کہی جائے، پہلے مغرب کی فرض نماز باجماعت ادا کریں پھر تکبیرِ تشریق اور لبیک کہیں اس کے بعد فوراً عشاء کے فرض باجماعت ادا کریں۔ اس کے بعد مغرب کی دو سنت پھر عشاء کی دو سنت اور وتر پڑھیں۔ نفل پڑھنے کا اختیار ہے۔

ذکر ودُعا: یہ بڑی مبارک رات ہے اس میں ذکر، تلاوت، درود شریف پڑھیں، لبیک کہیں اور خوب دعا کریں اور کچھ دیر آرام بھی کریں۔ (غنیۃ)

کنکریاں: بڑے چنے کے برابر ستر کنکریاں فی آدمی چُنیں۔

نمازِ فجر اور وُقُوف: صبح صادق ہونے پر اذان دے کر سنت پڑھ کر فجر کی نماز باجماعت ادا کریں اور وقوف مزدلفہ کریں۔

مِنیٰ واپسی: جب سورج نکلنے والا ہو تو مِنیٰ روانہ ہوجائیں۔

۱۰ ذی الحجہ حج کا تیسرا دن

جمرہ عقبہ کی رمی: مِنیٰ پہنچ کر جمرۃ العقبہ پر سات کنکریاں الگ الگ ماریں۔ (جان کے خطرے کے پیشِ نظر شام کو یا رات کو کنکریاں مارنا مناسب ہے)

تلبیہ بند: جمرۃ العقبہ کو کنکری مارتے ہی لبیک کہنا بند کردیں اور رَمی کے بعد دعا کے لیے نہ ٹھہریں یوں ہی قیام گاہ چلے آئیں۔ اس کے بعد قربانی کریں۔

قربانی: قربانی کے تین دن مقرر ہیں: ۱۰/۱۱/۱۲ ذی الحجہ۔ دن میں یا رات میں جب چاہیں قربانی

کریں۔ ۱۱/ذی الحجہ کو قربانی اکثر آسان ہوتی ہے اور قربانی خود کریں یا کسی معتمد شخص کے ذریعے کروائیں۔

حلق یا قصر: قربانی سے فارغ ہوکر مرد اپنا سر منڈوائیں اور خواتین انگلی کے پورے سے کچھ زیادہ پوری چوٹی کے اتنے بال کاٹ دیں کہ اس میں کم از کم چوتھائی سر کے بال کٹنے کا پکا یقین ہو جائے۔

طواف زیارت: اب طواف زیارت کریں اس کا وقت ۱۰ سے ۱۲/ذی الحجہ کے آفتاب غروب ہونے تک ہے، دن میں یا رات میں جب چاہیں کریں عموماً ۱۱/ذی الحجہ کو آسانی رہتی ہے (طواف زیارت کا طریقہ وہی ہے جو عمرہ کے طواف کا ہے۔) اور طواف باوضو ضروری ہے۔

حج کی سعی: اس کے بعد سعی کریں (سعی کا وہی طریقہ ہے جو عمرہ کی سعی کا ہے) اور سعی باوضو کرنا سنت ہے۔

منیٰ واپسی: سعی سے فارغ ہوکر منیٰ واپس آجائیں۔ اور رات منیٰ میں ہی بسر کریں۔

۱۱/ذی الحجہ حج کا چوتھا دن

جمرات کی رمی: گیارہ تاریخ کو زوال کے بعد تینوں جمرات پر سات سات کنکریاں مارنی ہیں (عموماً غروبِ آفتاب سے ذرا پہلے اور رات میں رمی کرنا آسان ہوتا ہے اور جان کے خطرہ کی بناء پر رات میں رمی کرنا بلا کراہت درست ہے۔)

دعا کریں: جمرہ اولیٰ پر سات کنکریاں مار کر ذرا سا آگے بڑھ کر قبلہ رو ہوکر اور ہاتھ اٹھا کر حمد و ثنا کر کے جو دل چاہے دعا کریں۔ کوئی خاص دعا ضروری نہیں ہے۔

دعا کریں: اس کے بعد جمرہ وسطیٰ پر سات کنکریاں ماریں اور قبلہ رو کھڑے ہوکر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کر کے خوب دعا کریں۔ یہاں بھی کوئی خاص دعا ضروری نہیں ہے۔

دعا نہ کریں: اس کے بعد جمرۃ العقبہ پر سات کنکریاں ماریں اور رمی کے بعد بغیر دعا کیے اپنی جگہ واپس آجائیں۔

ذکر و عبادت: قیام گاہ میں آکر تلاوت، ذکر اللہ، توبہ و استغفار اور دعا میں مشغول رہیں اور گناہوں سے دور رہیں۔

۱۲/ذی الحجہ حج کا پانچواں دن

جمرات کی رمی: تینوں جمرات کو زوال کے بعد سات سات کنکریاں ماریں۔ (غروب آفتاب سے ذرا پہلے رمی کرنا اکثر آسان ہوتا ہے اور جان کے خطرہ کے لحاظ سے رات میں رمی کرنا مکروہ بھی نہیں ہے ۔)

دعا کریں: جمرۃ اولیٰ پر سات کنکریاں ماریں اور ذرا سا آگے بڑھ کر قبلہ رو کھڑے ہو کر اور ہاتھ اٹھا کر حمد وثنا کریں اور خوب دعا کریں۔

دعا کریں: اس کے بعد جمرۃ وسطیٰ پر سات کنکریاں ماریں اور قبلہ رو کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کریں اور درود شریف پڑھ کر خوب دعا کریں، یہاں بھی کوئی خاص دعا ضروری نہیں ہے۔

دعا نہ کریں: اس کے بعد جمرۃ العقبہ پر سات کنکریاں ماریں اس کے بعد بغیر دعا کیے اپنی جگہ پر واپس آجائیں۔

اختیار: آج کی رمی کے بعد اختیار ہے منیٰ میں مزید قیام کریں یا مکہ مکرمہ آجائیں۔

طوافِ وداع: حج کے بعد جب مکہ مکرمہ سے وطن واپسی کا ارادہ ہو تو طواف وداع واجب ہے (اس طواف کا طریقہ عام نفل طواف کی طرح ہے۔)

مدینہ طیبہ کی حاضری

نیتِ سفرِ مدینہ: جب مدینہ منورہ کا سفر شروع کریں تو اس طرح نیت کریں:

اے اللہ! میں سرکارِ دو عالم ﷺ کے مزار مبارک کی زیارت کے لیے مدینہ منورہ کا سفر کرتا ہوں، اے اللہ! اسے قبول فرمالیجیے۔ (عمدۃ المناسک)

اہتمام سنت: سفرِ مدینہ میں سنتوں پر عمل کرنے کا خاص خیال رکھیں۔

درود شریف: اس سفر میں درود شریف بکثرت پڑھیں۔

مدینہ میں: مدینہ طیبہ کی آبادی نظر آنے پر شوقِ دید زیادہ کریں اور درود وسلام خوب پڑھتے ہوئے عاجزی سے داخل ہوں۔

مسجدِ نبوی: قیام گاہ پر سامان رکھ کر غسل کریں ورنہ وضو کریں، اچھا لباس پہنیں، خوشبو لگائیں اور ادب

واحترام سے درود شریف پڑھتے ہوئے مسجدِ نبوی کی طرف چلیں۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا! میرا جو امتی مدینہ کی تکلیفوں اور سختیوں پر صبر کر کے وہاں رہے گا، میں قیامت کے دن اس کی شفاعت اور سفارش کروں گا۔ (مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا! جس نے میری قبر کی زیارت کی، اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میرے گھر یعنی میری قبر اور میرے منبر کے درمیان جو جگہ ہے وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض (کوثر) پر ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلیؒ اپنی کتاب ''جذب القلوب'' میں تحریر فرماتے ہیں' اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ رسول اللہ کی زیارت کا قصد کرنا اور آپ کی مسجد شریف کی زیارت سے مشرف ہونا حج مقبول کے برابر ہے۔ بلکہ جو حج ادا کر کے آیا ہے اس کو بھی قبولیت کا ذریعہ اور سبب ہے۔

مدینہ منورہ جانے لگے تو روضہ پاک کی اور مسجد نبوی دونوں کی زیارت کی نیت کرے۔ بعض محققین نے صرف روضہ اقدس کی زیارت کی نیت سے جانے کو راجح قرار دیا ہے۔ افضل ہے کہ خود آپ کی زیارت کی نیت کرے۔

مدینہ منورہ کا سفر ایک عبادت ہے اور بہت ہی اہم عبادت اور بڑی جانبازی اور دل فروشی کی منازل ہیں۔ یہ سفر عشق و محبت کا سفر ہے۔ یہ شوق واشتیاق کی وافی ہے۔ پس ضروری ہے کہ تمام آداب و مستحبات کو ملحوظ رکھے۔

حدیث میں ہے کہ حق سبحانہ تعالی نے ایک جماعت فرشتوں کی پیدا کی ہے جو قاصدین زیارت کے تحفہ درود کو دربار نبوی میں پہنچاتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ فلاں بن فلاں زیارت کو آتا ہے اور یہ تحفہ پہلے بھیجتا ہے۔ دوسری حدیث ہے کہ جب مدینہ منورہ کا زائر قریب پہنچتا ہے تو رحمت کے فرشتے تحفے لے کر اس کے استقبال کو آتے ہیں اور طرح طرح کی بشارتیں اس کو سنتا ہیں اور نورانی طبق اس کے اوپر نثار کرتے ہیں۔ (جذب القلوب)

شہر میں داخل ہوتے وقت اس کی عزت وحرمت کے لئے نہایت تواضع اور خشوع وخضوع

کی حالت میں ہو۔سامان وغیرہ اپنے ٹھکانے پر رکھنے کے بعد اچھی طرح غسل کرے،مسواک کرے، عمدہ کپڑے پہنے اور یہ سفید ہوں تو بہتر ہے،اس لئے کہ آنحضرت ﷺ کے نزدیک سفید کپڑا سب کپڑوں میں پسندیدہ تھا۔پھر خوشبو لگائے اور اس طرح پاک وصاف ہو کر سکون و وقار اور ادب و احترام کے ساتھ نیچی نگاہ کئے ہوئے بارگاہ عالی کی جانب روانہ ہو۔خیال رہے کہ یہ وہ بارگاہ عالی ہے جہاں جبرئیل امین آتے تھے اور فرشتے اس عالی مقام پر باادب حاضر ہوتے تھے۔جس دن دوسرے انبیا والمرسلین علی نبینا وعلیہم الصلوۃ والسلام کی شنوائی نہ ہوگی۔اس وقت آنحضرت ہی باب شفاعت کھلوا کر اولین واخرین کو نعمت کے دریاؤں اور رحمت کے انورات سے مستفیض فرمائیں گے۔

مسجد میں داخل ہو تو باب جبرئیل سے داخل ہونا بہتر ہے۔ویسے جس دروازہ سے سہولت ہو داخل ہوسکتا ہے۔داخلہ کے وقت **بسم الله والصلوة وَالسلام علی رسول الله** کہہ کے داہنا پاؤں اندر رکھے اور یہ دعا پڑھے۔**اللهم اغفر لی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک۔**

تھوڑے وقت کے لئے بھی اعتکاف کی نیت کرنا مستحب ہے پس یہ کہے کہ یا اللہ! میں اعتکاف کی نیت کرتا ہوں،جب تک میں مسجد نبوی میں رہوں میرا اعتکاف رہے۔

پھر ریاض الجنتہ میں آکر اگر مکروہ وقت نہ ہو تو دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے۔ریاض الجنتہ کی ایک خاص دعا عربی میں اردو ترجمہ کے ساتھ مندرجہ ذیل ہے۔

ترجمہ:اے اللہ! بیشک یہ جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے جسے تو نے شرف بخشا اور عزت بزرگی اور عظمت دی ہے اور اسے اپنے نبی اور اپنے پیارے محمد کے نور سے منور فرمایا ہے۔ اے اللہ! جس طرح تو نے ہمیں دنیا میں حضور اور آپ کی مقدس یادگاروں کی زیارت نصیب فرمائی ہے۔اس طرح اے اللہ! ہمیں آخرت میں بھی حضرت محمد کی شفاعت کی فضیلت سے محروم نہ کرنا اور آپ ہی کے گروہ میں اور آپ ہی کے جھنڈے کے نیچے ہمیں جمع کرنا اور آپ کی محبت اور آپ کی سنت پر قائم رکھتے ہوئے ہمیں موت دینا اور آپ کے حوض(کوثر)سے جو مئومنین کے وارد ہونے کی جگہ ہے۔آپ کے مبارک ہاتھ سے ہمیں ایسا خوشگوار شربت پلانا جسے پی کر ہم کبھی بھی پیاسے نہ ہوں،بیشک تو ہر بات پر قدرت رکھتا ہے۔

اس کے بعد نہایت ادب وتواضع ،خشوع وخضوع ،عجز وانکسار،خشیت اور وقار کے ساتھ مواجہ شریف میں سرہانے کی دیوار کے کونے والے ستون سے تین چار ہاتھ کے فاصلہ سے کھڑا ہو جائے ،قبلہ کی طرف پشت ہواور ذرا بائیں طرف کو مائل ہو جائے تا کہ چہرہ انور کے خوب سامنے ہو جائے۔نظریں نیچی رکھے۔ادھرادھر دیکھنااس وقت سخت بے ادبی ہے۔ہاتھ پاؤں بھی ساکن اور وقار سے رہیں۔پھر رحمت عالم کواپنے مرقد میں باحیات تصور کر کے سلام پڑھے۔یہ خیال کرے کہ چہرہ انوراس وقت میرے سامنے ہے۔حضورکومیری حاضری کی اطلاع ہےاور یہ سمجھے کہ گویا زندگی میں آپ کی مجلس میں حاضر ہے۔

سلام کے بارے میں وہی باتیں یادرکھیں جوطواف اور ملتزم پر پڑھنے کے سلسلے میں لکھی جا چکی ہیں۔عام پاکستانی عربی بالکل نہیں جانتا ہےاور سلام کی لمبی چوڑی دعائیں،اس کو نہ تو یاد ہوتی ہیں اور نہ وہ ان کے معنی سمجھتا ہے۔کتاب دیکھ کر پڑھنے میں دھیان کتاب کی عبارت میں رہتا ہے اور خشوع وخضوع نہیں ہوتا ہے۔ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ مختصر سلام عرض کریں۔

اس کے بعد حضور سے شفاعت کی درخواست کیجئے کہ حضور والا گناہوں کے بوجھ نے میرے کمر توڑ دی ہے۔میں آپ کے سامنے اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہوں اور اللہ سے معافی چاہتا ہوں۔حضور بھی میرے لئے استغفار فرمائیں اور قیامت کے دن میری شفاعت فرمائیں۔اگر حضور نے عنایت نہ فرمائی تو میں کہیں کا نہ رہوں گا۔اب اس بات میں دل کی فرمائشیں سب پوری کیجیے کوئی حسرت باقی نہ رہے۔کبھی صرف آنسوؤں کی زبان سے کام لیجئے کبھی ذوق وشوق کی زبان میں عرض کیجئے۔

اس کے بعد اپنے ان بزرگوں،عزیزوں کا سلام حضور کو پہنچائیں، جنہوں نے آپ سے فرمائش کی ہواور آپ نے ان سے وعدہ کرلیا ہو۔اگر سب کا نام لینا مشکل ہوتو اتنا ہی کہہ دیں کہ حضور آپ پرایمان رکھنے والے اور آپ کا نام لینے والے میرے چند بزرگوں اور عزیزوں دوستوں نے بھی سلام عرض کیا ہے۔حضوران کا بھی سلام قبول فرمائیں اوران کے لئے اپنے سب سے مغفرت مانگیں وہ

بھی حضور کی شفاعت کے طلب گار اور امیدوار ہیں۔

دونوں کی خدمت میں: اس کے بعد ذرا بائیں طرف بڑھ کر دونوں حضرات خلفاء کے بیچ میں کہیں: السلام علیکما یا وزیری رسول اللّٰہ جزاکما اللّٰہ احسن الجزاء

دعا: اس کے بعد مسجدِ نبوی میں ایسی جگہ چلے جائیں کہ قبلہ رو ہونے میں روضۂ اقدس کی پیٹھ نہ ہو اور اللہ تعالیٰ سے خوب رو رو کر دعا کریں، سلام عرض کرنے کا یہی طریقہ ہے۔

چالیس نمازیں: مرد حضرات مسجد نبوی میں چالیس نماز ادا کریں لیکن یہ چالیس نمازوں کی پابندی ضروری نہیں ہے، محض مستحب ہے۔

مسجد قُبا: ہفتے کے دن ورنہ جب موقع ملے مسجد قبا میں دو رکعت نفل ادا کرلیا کریں، بشرطیکہ مکروہ وقت نہ ہو۔

جنت البقیع: کبھی کبھی جنت البقیع جایا کریں، ایصالِ ثواب، دعاءِ مغفرت اور ان کے وسیلہ سے اپنے لیے دعا مانگ لیا کریں۔

مدینہ سے واپسی: جب مدینہ منورہ سے واپسی ہو تو طریقہ بالا کے مطابق روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر سلام عرض کریں، اس جدائی پر آنسو بہائیں اور دعا کریں اور دوبارہ حاضری کی حسرت کے ساتھ واپس ہوں۔

امام نودی نے اپنے مناسک میں حضرت عمر پر سلام کے بعد لکھا ہے کہ پھر پہلی جگہ یعنی حضور کے سامنے آئے۔ اول اللہ تعالیٰ کی خوب حمد و ثناء کرے۔ اس نعمت جلیلہ کا شکریہ ادا کرے۔ پھر خوب ذوق وشوق سے حضور پر درود شریف پڑھے۔ پھر آپ کے وسیلہ سے اپنے لئے دعا کرے، اپنے والدین کے لئے، اپنے مشائخ کے لئے، اپنے اہل وعیال کے لئے، اپنے عزیز واقارب کے لئے، اپنے دوستوں اور ملنے والوں کے لئے، زندہ اور مردوں کے لئے خوب دعا کرے اور اپنی دعا کو آمین پر ختم کریں، یاد آجائے تو اس اپنی دعا میں شامل کرے۔

صحن کعبہ میں

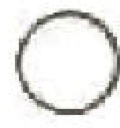
خدا کے در پہ اپنا سر جھکا لے
دلِ رنجور رب کو تو منا لے
نہیں اے دل ترا کوئی بھی محرم
اسی کے نام سے خود کو سجا لے
بہار و رنگ و بو کے اس جہاں میں
نہیں تیرا جو کچھ بھی تو بنا لے
شرابِ عشق و عرفاں ہے یہاں پر
اسے پی کر تو ساقی کی بلا لے
ہے ہستی بس اسی کی، باقی سب نیست
تو اس کے سامنے خود کو مٹا لے
اسی پر کر فدا اپنا تو سب کچھ
وہی ہے جو تجھے اپنا بنا لے
تصوّف کی بنا اس پر ہے قائم
تکبّر ، حبِّ جاہ سے جاں چھڑا لے
یہاں خیرات بٹتی ہے جنوں کی
دلِ مشتاق قسمت آزما لے
حبیبؔ خستہ جاں کی یہ صدا ہے
الٰہی اپنی رحمت میں چھپا لے

ابن انیس مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی

قطب الاقطاب حضرت سیّد نفیس الحسینی شاہ صاحب قدس سرّہٗ

مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

۱۴۰۹ھ میں حج بیت اللہ شریف سے فراغت کے بعد کچھ
اشعار حرمِ پاک میں اور کچھ جدّہ میں ہُوئے ـــــــ نفیسؔ



شُکر ہے تیرا خُدایا، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا
تُو نے اپنے گھر بُلایا، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

اپنا دِیوانہ بنایا، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا
گِرد کعبے کے پھرایا، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

مُدّتوں کی پیاس کو سیراب تُو نے کر دِیا
جام زَمزم کا پِلایا، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

ڈال دی ٹھنڈک مِرے سینے میں تُو نے ساقیا
اپنے سینے سے لگایا، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

بھا گیا میری زباں کو ذِکر اِلاَّ اللہ کا
یہ سبق کِس نے پڑھایا، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

خاص اپنے در کا رکھّا تُو نے اے مولا مجھے
یُوں نہیں در در پھرایا، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

میری کوتاہی کہ تیری یاد سے غافِل رہا
پَر نہیں تُو نے بھُلایا، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

مَیں کہ تھا بے راہ تُو نے دستگیری آپ کی
تُو ہی مُجھ کو رہ پہ لایا، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

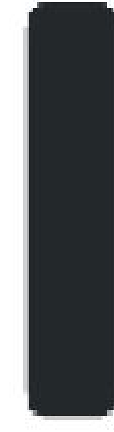
عہد جو رُوزِ ازل تُجھ سے کیا تھا یاد ہے
عہد وُہ کِس نے نِبھایا، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

تیری رحمت، تیری شفقت سے ہُوا مُجھ کو نصیب
گُنبدِ خضرا کا سایا، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

مَیں نے جو دیکھا سو دیکھا جلوہ گاہِ قُدس میں
اَور جو پایا سو پایا، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

بارگاہِ سیّدِ کونین (صلی اللہ علیہ وسلم) میں آ کر نفیسؔ
سوچتا ہُوں، کیسے آیا؟، مَیں تو اِس قابِل نہ تھا

حجاب اور کارپوریٹ اخلاقیات



اوریا مقبول جان

دنیا بھر میں کسی بھی روشن خیال مفکر، جمہوریت پسند دانشور، حقوقِ انسانیت کے علمبردار سماجی کارکن یا سیکولر سیاسی رہنما کو انسانی ترقی، معاشی خوشحالی اور تہذیبی ارتقاء پر گفتگو کرتے دیکھیں تو ان سب کی نفرت کا نشانہ صرف ایسی عورت بنتی ہے جو لوگوں کی ہوسناک نظروں اور لاشعور میں مچلتے غلیظ خیالات کی زد سے بچنے کے لیے اپنے چہرے کو ڈھانپ کر باہر نکلتی ہے۔

میں ایک مرد ہوں اور میں ان تمام ''مردانِ حر'' کی نظروں میں چھپی ہوس کو بخوبی جانتا ہوں جو کسی کم لباس خاتون کو بازار میں، کسی ماڈل کو فیشن شو میں، کسی گلوکارہ کو سٹیج پر یا کسی جاذبِ نظر خاتون کو دفتر کے استقبالیہ کاؤنٹر پر دیکھ کر پیدا ہوتی ہے۔

میں ان کے غلیظ جملے اور فقرے بھی تحریر کر سکتا ہوں لیکن میں سعادت حسن منٹو نہیں کہ مجھے آزادیٔ اظہار کے نام پر معاشرے میں صرف جنس ہی نظر آئے۔ مردوں کی نظروں کی یہ ہوسناکی، ان کی فقرے بازی اور اس کے نتیجے میں جنم لینے والے سنگین جرائم میرے ملک تک محدود نہیں بلکہ دنیا کے ہر ترقی یافتہ ملک میں یہ خطرناک حد تک پائے جاتے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ یہاں دوپٹہ گلے سے سرکنے پر آنکھیں پھسلتی ہیں اور مغرب میں مختصر ترین لباس مردوں کی گردنیں موڑتا ہے۔

کبھی کسی نے سوچا ہے کہ حقوق کی کہانی کی ساری تان عورت کو گھر کی چار دیواری سے باہر لا کر محفل کی زینت بنانے پر کیوں ٹوٹتی ہے؟ آپ کسی بھی مفکر، دانشور، جمہوریت پسند انسانی حقوق کے ترجمان سے مل لیں، اسے اس بات پر کبھی اعتراض نہیں ہوگا کہ آپ نمازیں پڑھیں، روزے رکھیں، حج کریں، زکوٰۃ دیں، داڑھی رکھیں، ٹخنوں سے اونچی شلوار پہنیں، دن رات قرآن کی تلاوت

کریں......لیکن جونہی کوئی خاتون اپنی اولاد کی تربیت اور گھر جیسے بنیادی ادارے کی دیکھ بھال کے لیے اپنے آپ کو وقف کرتی ہے تو انگلیاں اٹھنا شروع ہو جاتی ہیں۔ پڑھ لکھ کر برباد کر رہی ہے، فرسودہ، دقیانوس، ترقی کی دشمن! لیکن سب سے زیادہ غصہ اُس خاتون پر آتا ہے جو باہر تو آجاتی ہے لیکن چہرہ اور جسم ڈھانپ کر نکلتی ہے۔

کیا یہ ایک مذہبی مسئلہ ہے؟ اگر یہ مذہبی مسئلہ ہوتا تو سب سے پہلے عیسائی راہبائیں(Nuns) اس نفرت کا شکار بنتیں۔ لیکن چونکہ انہوں نے حجاب کے لیے ترکِ دنیا کی شرط رکھ دی ہے اور باقی معاشرے کو کھلی چھوٹ دے دی ہے اس لیے گوارا ہے کہ چلو کتنی عورتیں راہبائیں بن جائیں گی۔ لیکن اگر حجاب معاشرے میں عام ہو جائے تو بڑا طوفان آئے گا، اس لیے کہ حجاب کے مقبول ہونے کی ایک بنیادی وجہ ہوتی ہے۔

دنیا میں تمام نفسیاتی ماہرین اور معاشرتی محقق اس بات پر متفق ہیں کہ عورت سب سے زیادہ نفرت اور حقارت کسی غیر مرد کی آنکھوں کی ہوسناکی اور بے حیائی سے کرتی ہے۔ عریاں ترین لباس والی عورت بھی، اگر وہ جنسی کاروبار کے لے بازار میں نہ کھڑی ہو تو اسے بھی مردوں کی غلیظ نظروں سے نفرت ہوتی ہے۔ مردوں کی نظروں کی ہوسناکی اور عورتوں کی بے حجابی کے درمیان جو رشتہ قائم ہوتا ہے اس سے دنیا میں کئی سو بلین ڈالرز کا کاروبار چلتا ہے۔ عریانی کا تحفظ اسی کاروبار کی بقاء کی جنگ ہے۔ یہ کاروبار آرائشِ حسن کے سازوسامان سے شروع ہو کر فیشن انڈسٹری، میڈیا، ایڈورٹائزنگ اور لباس کی مخصوص تراش خراش کے فن سے ہوتا ہوا مکروہ ترین فحش فلمیں اور بدن فروشی کے عالمی مافیا تک جا نکلتا ہے۔

آپ ذرا اس پوری انڈسٹری کا جائزہ لیں تو آپ کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ جائیں۔ صرف سر کے بالوں کو سنوارنے کے لیے سینکڑوں ملٹی نیشنل کمپنیاں شیمپو سے لے کر بال سیدھا کرنے، رنگ کرنے، گھنگریالے بنانے اور ان کو جاذب نظر بنانے کے لیے طرح طرح کی ادویات اور لوشن بنا رہی ہیں۔ اگر ٹانگیں اور بازو دکھانا مقصود ہوں تو ان کی خوبصورتی اور دلکشی کے لیے علیحدہ سازو سامان بنانے والی کمپنیاں اپنا کاروبار پھیلائے ہوئے ہیں۔ غرض پاؤں ناخن سے لے کر سر کے بالوں تک کوئی مقام ایسا نہیں جسے کاروبار کا موضوع نہ بنایا گیا ہو اور اسے بازار میں لا نہ کھڑا کیا گیا ہو۔

اس سارے کاروبار کو میڈیا کی چکا چوند فیشن شوز کی بھرمار اور ماڈلز کی جسمانی ہیئت اور اُن کے خدوخال کو دنیا بھر کی عورتوں کے لیے ایک آئیڈیل بنا کر پیش کرنے سے مظبوط اور مستحکم کیا جاتا ہے۔ کبھی سائز زیرو آئیڈیل ہوتا ہے اور چند سالوں بعد بھرے ہوئے جسم کی تعریفوں میں اخبارات کے صفحے کالے ہوتے ہیں۔

ان سب کی معراج عالمی مقابلۂ حسن ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ جس سال مغربی ممالک میں عورتوں کو ووٹ دینے کا حق حاصل ہوا۔ اس کے اگلے سال یعنی 1921ء میں امریکہ کے اٹلانٹک سٹی میں یکم مئی کے ساتھ دو ہفتہ وار چھٹیاں بھی مل گئیں۔ لوگوں کو مصروف رکھنے کے لیے ہوٹل کے مالکان نے تیراکی کے لباس میں ملبوس خواتین کا مقابلہ کروایا اور ایک خاتون کے سر پر ملکۂ حسن کا تاج پہنا دیا گیا۔ اس دن سے لے کر آج تک جنگ ہو، بدحالی ہو، سیلاب یا زلزلہ ہو، مقابلۂ حسن نہیں رُکا۔ 1951ء میں برطانیہ کے ایرک مورے نے اسے قواعد وضوابط والا مقابلہ بنایا۔ دنیا کے ہر خطے سے مخصوص مفادات کے تحت ملکۂ حسن منتخب کی گئی اور پھر ہر خطے کی خواتین کو اس نمائش کی دوڑ میں مدہوش کر دیا گیا۔ بھارت میں جس سال ایشوریا رائے اور سشمیتا سین ملکۂ عالم اور ملکۂ دنیا کا اعزاز جیتیں، پورے بھارت میں صرف تین پلاسٹک سرجن تھے، صرف دو سال بعد ان کی تعداد پانچ سو ہو گئی اور آج ان کی تعداد پچاس ہزار کے لگ بھگ ہے۔

ایک دفعہ خواتین کو زینتِ بازار بنانے کے بعد پورے معاشرے میں جو ہیجان پیدا ہوتا ہے، مردوں میں جو جنسی محرکات پیدا ہوتے ہیں ان کو آگ دکھانے اور اس کاروبار کو وسیع تر کرنے کے لیے فحش مواد کی ایک بہت بڑی انڈسٹری وجود میں لائی گئی۔ جس سے ہر سال 70ارب ڈالر کی آمدنی ہوتی ہے۔ ان میں 15ارب ڈالر صرف امریکہ سے کمائے جاتے ہیں۔ سالانہ 20ارب ڈالر صرف فحش فلموں کی فروخت سے حاصل ہوتے ہیں، آٹھ ارب ڈالر فحش رسالے اور میگزین بیچ کر حاصل کیے جاتے ہیں۔ انٹرنیٹ پر فحش سائٹس سے تین ارب ڈالر کمائے جاتے ہیں۔

ان میں سب سے مکروہ دھندہ 13 سال سے کم عمر بچیوں کی تصاویر اور فلموں کا ہے جس سے تین ارب ڈالر کمائے جاتے ہیں اور اس وقت انٹرنیٹ پر ان کی ایک لاکھ کے قریب ویب سائٹس ہیں

جبکہ باقی فحش سائٹس کی تعداد 45 لاکھ اور فحش انٹرنیٹ پیجز کی تعداد تین کروڑ 75 لاکھ ہے۔ دنیا بھر سے تین ارب کے قریب افراد یہ تصویریں اور فلمیں اپنے کمپیوٹروں میں محفوظ کرتے ہیں۔ صرف امریکہ کی تین لاکھ 25 ہزار بچیاں ان فحش تصویروں اور فلموں کے لیے اپنے جسم کی نمائش کرتی ہیں۔

اس دھندے سے جو ہیجان پیدا ہوتا ہے اور عورت کی ہر مقام پر عریاں موجودگی جس طرح ان معاشروں کے بھیڑیوں کو ہوس کے بازار میں لا کھڑی کرتی ہے، وہیں سے جسم فروشی کا دھندہ کبھی مساج پالروں کی شکل اور پھر کہیں (Escort) سروس کے نام پر پوری دنیا میں عام ہوتا ہے۔ پوری دنیا کے غریب ممالک سے لاکھوں کی تعداد میں کمسن بچیوں اور عورتوں کو ان مساجر پارلروں اور طوائف گھروں میں لا بٹھایا جاتا ہے جن کی نگرانی تنومند غنڈے اور تربیت یافتہ کتے کر رہے ہوتے ہیں۔ جنگ، بھوک، بیماری اور افلاس زدہ علاقوں کی لڑکیاں بھی اس کاروبار میں جھونکی جاتی ہیں۔

جہاں کہیں ورلڈ کپ یا کسی اور طرح کا عالمی اکٹھ ہوتا ہے ایسی عورتوں کا ایک سیلاب وہاں پہنچا دیا جاتا ہے۔ اس ساری صورت حال سے جو معاشرہ جنم لیتا ہے اس میں ہر ایک سیکنڈ میں دو خواتین جنسی تشدد کا شکار ہوتی ہیں۔ پوری دنیا میں ہزاروں سیریل کلر یعنی جنونی قاتل جنم لیتے ہیں جو عورتوں کو اغوا کر کے جنسی تشدد کے بعد قتل کرتے ہیں۔ ہر سال دس لاکھ بچے صرف امریکہ میں کم سن لڑکیاں جنم دیتی ہیں جو بغیر شادی کے پیدا ہوتے ہیں اور ان میں اکثریت خیراتی اداروں کے سپرد ہو جاتے ہیں۔ ایک ہولناک اور بھیانک تصویر ہے جو دفتروں میں جنسی طور پر ہراساں کرنے سے شروع ہوتی ہے اور پر تشدد قتل وغارت تک جاتی ہے۔ لیکن ان سب سے کئی سو ارب روپے کی انڈسٹری چلتی ہے۔

اسی لیے جو عورت حجاب پہننے کا اعلان کرتی ہے وہ اس اربوں ڈالر کی آمدنی کے سامنے کھڑی ہو جاتی ہے۔ وہ نمائش نہیں بننا چاہتی جو اس سرمایہ کمانے کے چکر کا آغاز ہے۔ ایسی مخالفت کو آغاز میں ہی کچلنے کے لیے یہ اخلاقیات سے محروم سرمایہ دار حقوقِ نسواں، جمہوری اقدار اور معاشرتی ترقی کے تیر ہاتھوں میں لیے حملہ آور ہوتے ہیں۔ ایسی آواز کو دبانے کے لیے جوان کے پیٹ پر لات مارنا چاہتی ہے۔ (عالمی یومِ حجاب کے لیے خصوصی تحریر)



خواتین کے صفحات

خادمۃ القرآن

ذاتی مال خرچ کرنے میں خاوند کی اجازت

عبداللہ بن عمروؓ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: ''خاوند کی اجازت کے بغیر عورت کے لیے کوئی چیز عطیہ کرنا جائز نہیں۔''

شرح حدیث

امام خطابی ''معالم السنن'' میں فرماتے ہیں:

''اکثر فقہاء کے نزدیک اگر عورت صدقہ خیرات وغیرہ میں غلطی نہ کر رہی ہو تو اجازت سے مقصود محض ازدواجی زندگی خوشگوار بنانا اور عورت کے اس عمل سے خاوند کے دل کو خوش کرنا ہوگا وگرنہ ایک روایت میں آتا ہے کہ حضورؐ نے عورتوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیا تو ایک عورت نے اپنی انگوٹھی اور کان کی بالی اتار کر پیش کر دی اور حضرت بلالؓ نے انہیں اپنی چادر میں لے لیا اور یہ خاوند کی اجازت کے بغیر کیا گیا عطیہ تھا۔''

حضرت واثلہؓ حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں۔ ''شوہر کی اجازت کے بغیر عورت کو اپنے مال کو کثرت سے خرچ کرنے کا اختیار حاصل نہیں۔''

[حسن بشواہد رواہ تمام فی الفوائد (۱۸۲۱۱۰) واوردہ الشیخ الالبانی تحت رقم (۷۷۵)]

''مذکورہ حدیث اور اس معنی کی دوسری حدیثیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ عورت کے لیے اپنے ذاتی مال میں خاوند کی اجازت کے بغیر تصرف کرنا جائز نہیں، اور یہ وہ برتری ہے جو اللہ رب العزت نے مرد کو عورت پر عطا فرمائی ہے، لیکن اگر خاوند سچا مسلمان ہے تو اس کے لیے مناسب ہے کہ وہ اس حق سے اس طرح فائدہ نہ اٹھائے کہ عورت کو مجبور کر کے چھوڑ دے، اور اسے ایسے مواقع میں بھی

مال خرچ کرنے سے منع کردے جس میں دونوں کا کوئی نقصان نہیں،

یہ حق لڑکی کے ولی کے حق کے کس قدر مشابہ ہے جو اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں کرسکتی لیکن جب ولی اس لڑکی کی شادی میں رکاوٹ بن جائے تو وہ شرعی قاضی کی عدالت میں مقدمہ دائر کرسکتی ہے تاکہ انصاف حاصل کرسکے، اس طرح اگر کوئی شوہر عورت کو جائز مصرف میں خرچ کرنے سے روکے اور اسے مجبور کرے تو یہ عورت بھی قاضی سے رجوع کرسکتی ہے، اور قاضی اسے بھی انصاف فراہم کرے گا' لہٰذا اس حکم میں کوئی اشکال نہیں' اشکال تو محض تصرف کرنے میں پائی جانے والی خرابی پر ہے۔''

عبداللہ بن یحییٰؒ (جو کہ کعب بن مالکؓ کی اولاد میں سے ہیں) روایت کرتے ہیں کہ ان دادی ''خیرہ'' جو کہ حضرت کعب بن مالکؓ کی بیوی تھیں، حضورؐ کی خدمت میں اپنے زیورات پیش کرنے حاضر ہوئی اور عرض کیا:

''میں نے انہیں صدقہ کردیا۔'' حضورؐ نے فرمایا: عورت کے لیے خاوند کی اجازت کے بغیر تصرف کرنا جائز نہیں' آپ نے کعبؓ سے اجازت لی ہے؟ انہوں نے ہاں میں جواب دیا' حضورؐ نے ان کے شوہر حضرت کعب بن مالکؓ کو بلوایا اور ان سے دریافت کیا: ''کیا آپ نے خیرہ کو اجازت دی ہے کہ وہ اپنے زیورات کو صدقہ کردے؟'' انہوں نے مثبت جواب دیا تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں قبول کرلیا۔''

[ضعیف: انفرد بہا ابن ماجہ (۲۳۸۹)]

خاوند کے گھر کے علاوہ کسی جگہ لباس اتارنے کی ممانعت

حضرت ابوملیح ہذلی فرماتے ہیں: ایک مرتبہ حمص یا شام کی کچھ عورتیں حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئیں' حضرت عائشہؓ نے فرمایا: تمہاری عورتیں کرائے کے حمام میں جاتی ہیں حالانکہ میں نے حضور انور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ''جو عورت خاوند کے گھر کے علاوہ کسی جگہ اپنے کپڑے اتارے تو وہ اپنے اور اللہ کے درمیان سے (ادب وحیاء کے) پردہ کو پھاڑ ڈالتی ہے۔''

[حسن : رواہ ابو داؤد (۴۰۱۰)والترمذی (۲۸۰۳) وابن ماجہ (۳۷۵۰) والدارمی (۲۶۵۱)واحمد(۲۴۸۷۹)]

شرح حدیث:امام خطابیؒ ''معالم السنن''میں فرماتے ہیں:

''جو عورت خاوند کے گھر کے علاوہ کسی جگہ کپڑے اتارتی ہے وہ اپنے اوراللہ کے درمیان سے حیاء کے پردے کو پھاڑ دیتی ہے' کیونکہ وہ اس بات کی پابند ہے کہ پردہ کرے اوراپنی حیاء کی حفاظت کرے اس بات سے کہ کوئی اجنبی اسے دیکھے' یہاں تک کہ عورت کے لیے خلوت میں بھی شوہر کی غیر موجودگی میں ستر ظاہر کرنا جائز اور جب کرایہ کے حمام میں اس کے اعضاء بغیر ضرورت کے ظاہر ہوں گے تو یہ اس پردے کو پھاڑنے والی ہوگی جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں: ''یہ حکم اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لباس اس لیے بنایا کہ اس سے شرمگاہوں کو چھپایا جائے اور یہی تقویٰ لباس ہے اگر عورت اللہ سے نہ ڈرے اور پردے کو پھاڑ دے تو وہ اپنے اوراللہ کے درمیان موجود ادب وحیاء کے پردے کو پھاڑے والی ہوگی۔''

جنت کا تخت دنیا میں

حضرت ابو حامد حلاسؒ فرماتے ہیں کہ میری والدہ بڑی نیک تھیں۔ایک دن ہم بہت محتاجی کی حالت میں تھے مجھ سے کہا اے بیٹے ہم کب تک اس تکلیف میں رہیں گے؟ جب سحر کا وقت ہوا تو میں نے دعا کی کہ اے اللہ اگر ہمارے واسطے آخرت میں کچھ ہے تو اس میں سے ہمیں دنیا میں کچھ عطا فرما دے

اس وقت گھر کے ایک گوشہ میں مجھے ایک نور دکھائی دیا میں اس کے پاس گیا تو دیکھا کہ ایک تخت کے سونے کے پائے ہیں اور وہ جواہر سے مرصع کئے گئے ہیں میں نے والدہ سے کہا کہ یہ لو اور کچھ جواہر بیچنے کے ارادہ سے بازار میں گیا اور جی میں کہتا تھا کہ ان میں سے کچھ جواہر جوہریوں کے ہاتھ فروخت کروں لیکن اس کا کیا طریقہ ہوگا جب میں مسجد سے لوٹ کر آیا تو مجھ سے میری ماں نے کہا اے بیٹے تو مجھے معاف کر دے کیونکہ جب تو گھر سے نکلا تو میں سوگئی میں نے خواب میں دیکھا کہ میں

جنت میں داخل ہوئی وہاں میں نے ایک محل دیکھا جس کے دروازہ پر ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' لکھا ہوا تھا اور یہ بھی لکھا تھا کہ یہ مکان ابو احمد حلاس کا ہے میں نے کہا میرے بیٹے کا؟

تو ایک شخص نے کہاں ہاں۔ میں اس مکان میں جا کر اسکے کمروں میں گشت کرتی رہی میں نے ایک کمرے میں بہت سے تخت بچھے ہوئے دیکھے ان کے درمیان میں ایک تخت ٹوٹا ہوا تھا میں نے کہا ان تختوں کے بیچ میں یہ ٹوٹا ہوا تخت کس قدر بے موقع ہے ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ اس کے پائے تم نے لے لئے ہیں۔ میں نے کہا اسے اپنی جگہ پہنچا دو۔ جب میں جا گی ت وہ غائب ہو گئے تھے ۔اللہ کا شکر ہے۔

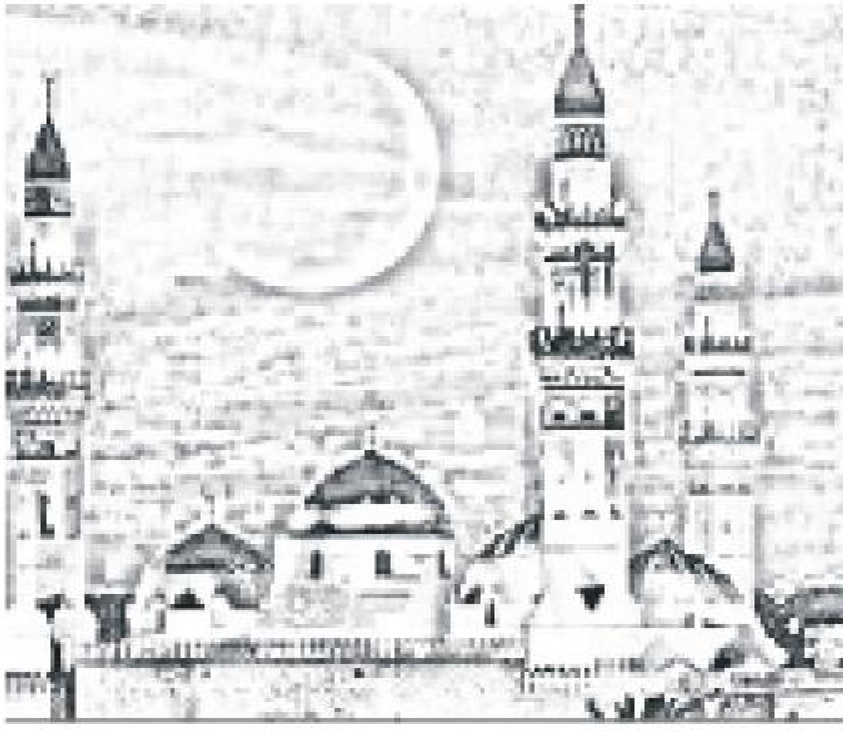
عالم بالا کے شربت کے عجائبات

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ہم روم کے ملک میں تھے ایک شخص ہمارے ساتھ ہو لئے جو نہ کبھی کھاتے تھے نہ پیتے تھے میں نے کہا میں تمہیں گیارہ روز سے کوئی چیز کھاتے نہیں دیکھا

فرمایا جب تم سے جدا ہونے کا وقت آئے گا تو میں تم سے اس کی وجہ بیان کر دوں گا جب جدائی کا وقت آیا تو میں نے کہا آپ اپنا وعدہ پورا کریں فرمایا

میں چار سو آدمیوں کے ہمراہ غزوہ میں شریک ہوا دشمن نے ہم پر حملہ کیا اور میرے ساتھی شہید ہوئے صرف میں بچ نکلا۔ میں مقتولین کے درمیان میں تھا جب غروب کا وقت ہوا تو مجھے اوپر کی جانب خوشبو مہکتی ہوئی محسوس ہوئی میں نے آنکھیں کھولیں تو دیکھا بہت سی لڑکیاں آئیں اور ایسا لباس پہنے ہوئے تھیں کہ ویسا میں نے کبھی نہیں دیکھا ان کے ہاتھوں میں پیالے تھے اور ان مقتولین کے منہ ڈالتی جاتی تھیں میں نے اپنی آنکھ بند کر لی جب میرے پاس آئیں تو ایک نے کہا جلدی سے اس کے حلق میں ڈال کر چلو تا کہ ہم آسمان کے دروازے بند ہونے سے پہلے پہنچ جائیں ایسا نہ ہو کہ ہم زمین پر رہ جائیں دوسری نے کہا اسے پلا دو اس میں کچھ رمق باقی ہے

،تیسری نے کہا کچھ خوف نہ کر پلا دے اے بہن، اس نے میرے منہ میں ڈال دیا۔ میں نے جب سے وہ شربت نوش کیا ہے مجھے کھانے پینے کی کوئی حاجت نہیں رہی۔



بچوں کے صفحات

پانی کی تلاش

عمرانؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ہم رات بھر چلتے رہے یہاں تک کہ رات کا آخری وقت ہوگیا۔ہم پر نیند غالب آ گئی۔ایسی حالت میں مسافر کے لیے نیند سے زیادہ میٹھی کوئی چیز نہیں ہوتی۔پس ہم سو گئے اور ہماری آنکھ اس وقت تک نہ کھلی جب تک سورج کی گرمی نے ہمیں جگا نہ دیا۔سب سے پہلے فلاں فلاں فلاں اٹھے۔چوتھے نمبر پر حضرت عمر بن خطابؓ کی آنکھ کھلی۔

رسول اللہ ﷺ جب سو رہے ہوتے تھے تو ہم میں سے کوئی بھی آپ کو جگانے کی جرأت نہیں کرسکتا تھا۔کیونکہ ہم جانتے تھے کہ خواب میں آنحضورﷺ کو کیا دکھاتا تھا؟ جب حضرت عمرؓ بیدار ہوئے اور صورتِ حال دیکھی کہ سونے میں نماز کا وقت نکل گیا ہے تو انہوں نے بلند آواز سے تکبیر (اللہ اکبر) کہنا شروع کیا اور مسلسل تکبیر کو دہراتے رہے۔یہاں تک کہ رسول اللہﷺ ان کی آواز سن کر جاگ اٹھے۔جب رسول اللہﷺ بیدار ہوئے تو لوگوں نے آپؐ کے سامنے صورت حال پر پریشانی کا اظہار کیا۔آپؐ نے فرمایا:

"کوئی فکر نہیں سفر کا سامان باندھو۔"

سب لوگ سفر پر روانہ ہوگئے۔

تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ آنحضور ﷺ اپنی سواری سے اترے اور وضو کے لیے پانی مانگا۔وضو کے بعد اذان دی گئی اور رسول اللہﷺ نے نماز پڑھائی۔جب آپؐ نماز سے فارغ ہوئے تو دیکھا کہ ایک شخص الگ بیٹھا ہے نماز میں شامل نہیں ہوا۔آپؐ نے اس سے پوچھا کہ اے فلاں! تجھے کسی چیز

نے نماز سے روکا ہے؟ اس نے جواب دیا:

''جناب مجھ پر غسل واجب ہو گیا تھا اور غسل کے لیے پانی نہیں ہے''۔

آپؐ نے فرمایا:

''مٹی سے تیمّم کر لو یہ تمہاری طہارت کے لیے کافی ہے''۔

اس کے بعد پھر لوگ چل پڑے اور کچھ دور جا کر لوگوں نے پیاس کی شکایت کی۔ حضورﷺ سواری سے اترے اور حضرت علی رضی اللہ اور ایک دوسرے صحابی کو بلایا اور فرمایا:

''جاؤ اور پانی تلاش کرو''۔

چنانچہ وہ دونوں گئے اور کچھ فاصلے پر انہوں نے ایک عورت کو دیکھ جو اونٹ پر سوار تھی۔ اس نے اونٹ پر دو بڑی بری مشکیں پانی سے بھری ہوئی لاد رکھی تھیں۔ انہوں نے اس عورت سے پوچھا کہ پانی کہاں ہے؟

اس نے جواب دیا:

''کل اس وقت میں پانی کے اس چشمے سے چلی تھی''۔

انہوں نے پھر کہا:

''پھر ہمارے ساتھ آؤ''۔

وہ کہنے لگی: ''کہاں''

صحابہؓ نے کہا: ''رسول اللہﷺ کے پاس''

وہ کہنے لگی: ''وہی شخص جسے صابی کہا جاتا ہے''؟

انہوں نے کہا: ''ہاں تو ٹھیک سمجھ گئی ہے۔ پس ہمارے ساتھ چل''۔

پھر وہ اسے لے کر رسول اللہﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور رسول اللہﷺ کے سامنے اس عورت کے ساتھ ہونے والی گفتگو بیان کی۔ آپؐ نے فرمایا:

''اس عورت کو اونٹ سے نیچے اتارو''۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے ایک برتن منگوایا اور دونوں مشکیزوں کا منہ کھول کر ان میں سے تھوڑا سا پانی برتن میں ڈالا اور مشکیزوں کا منہ بند کر دیا اور لوگوں کو آواز دی:

''جس نے پانی پینا ہو آ کر پی لے اور جس نے برتن میں پانی لینا ہو وہ برتن میں لے لے''۔

پس جس نے چاہا پی لیا اور جس نے چاہا برتن میں لے لیا۔ آخر میں ایک برتن بھر کر اس شخص کو دیا جس پر غسل واجب تھا اور اس سے فرمایا:

''جا اور اس پانی سے غسل کر لے''۔

عمرانؓ کہتے ہیں ہو خاتون کھڑی حیرت سے سب کچھ دیکھتی رہی۔ خدا کی قسم! وہ ایسی حیرت زدہ ہوئی کہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اس کے لیے کچھ کھجوریں، آٹا اور ستو جو تمہارے پاس جمع کر دو''۔

صحابہؓ نے کھانے پینے کا سامان جمع کیا اور اسے ایک کپڑے میں باندھ کر عورت کو اونٹ پر سوار کیا اور گٹھڑی اس کے آگے رکھ دی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تو جانتی ہے ہم نے تمہارے پانی میں کوئی کمی نہیں کی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں پانی پلایا ہے''۔

جب وہ اپنے اہل وعیال میں پہنچی تو انہوں نے پوچھا کہ تو نے اتنی دیر کہاں کر دی؟ اس نے جواب دیا:

''عجیب وغریب واقعہ میں نے دیکھا ہے راستے مجھے دو آدمی ملے جو مجھے اس شخص کے پاس لے گئے جسے صابی کہا جاتا ہے۔ پھر اس نے سارا واقعہ سنایا اور کہا:

''خدا کی قسم یا تو زمین وآسمان کے درمیان اس سے بڑا جادوگر نہیں ہے اور یا پھر وہ اللہ کا سچا رسول ہے''۔ مسلمان جب اس علاقے میں مشرکین پر حملے کرتے تھے تو اس بستی کو جہاں وہ عورت رہتی تھی چھوڑ جاتے تھے۔ ایک دن اس نے اپنے قبیلے کے لوگوں سے کہا:

''یہ لوگ تمہارے گردونواح میں حملے کرتے ہیں مگر تمہیں جان بوجھ کر چھوڑ دیتے ہیں بس بہتری اسی میں ہے کہ تم اسلام میں داخل ہو جاؤ''۔

ان لوگوں نے اس کی بات مان لی اور اسلام میں داخل ہو گئے۔

MONTHLY MAGAZINE
Millia
JAMIA MILLIA ISLAMIA
FAISALABAD PAKISTAN
Reg:M # FD-16
MOHALLAH KHALSA COLLEGE FAISALABAD Ph:041-8711569
E-mail: milliafsd@yahoo.com
Fax # 041-8502213